{ وانك لعلى خلق عظيم }

کتاب الأربعین

فی أخلاق سید المرسلین

(نبی کریم ﷺ کے حسن اخلاق کے بارے میں چالیس احادیث)

ازقلم

حافظہ نیلوفر بنت علی

طالبہ: الکلیۃ السلفیۃ للبنات سرینگر

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد حنیف بٹ المدنی حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ محمد اسحاق بابا المدنی حفظہ اللہ

ادارہ دار السلفیہ

خیر پورہ (کھارپورہ) آرونی کشمیر، فون نمبر: 9858452407

نام کتاب : کتاب الاربعین فی اخلاق سید المرسلین

مُرتّبہ : حافظہ نیلوفر بنت علی (طالبہ: الکلیۃ السلفیۃ للبنات سرینگر)

نظر ثانی : فضیلۃ الشیخ حافظ محمد حنیف بٹ المدنی حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ محمد اسحاق بابا المدنی حفظہ اللہ

تعداد : ۱۱۰۰

صفحات :

سن اشاعت : ۲۰۱۶ء

قیمت : ۶۰

ناشر

ادارہ دار السلفیہ

خیر پورہ (کھارپورہ) آرونی کشمیر، فون نمبر: 9858452407

فہرست

مقدمہ

الحمد لله رب العالمین۔ والصلوٰة والسلام علی رسوله الأمین وآله وصحبه أجمعین ومن تبعهم باحسانٍ إلی یوم الدّین۔

أما بعد:

قرآن مقدس کی کئی آیتوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کئی احادیث صحیحہ سے حسن اخلاق کی اہمیت واضح ہو جاتی ہیں۔ حسن اخلاق ہی کی وجہ سے اسلامی معاشرے میں باہمی محبت، مودت اور قلبی یگانگت پیدا ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے بہترین اسوہ ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس اسوہ کی ایک بڑی خوبی یہ بیان فرمائی کہ: وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ''اور بے شک آپ یقینا ایک عظیم اخلاق پر فائز ہیں''۔ (القلم : ۴)

اس آیت کریمہ کی روشنی میں ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے اسوہ کی اقتداء کرتے ہوئے اپنے اندر بہترین اخلاق پیدا کرنے کی سعی کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حُسن اخلاق کی وجہ سے لوگوں کے دل جیتتے تھے اللہ تعالیٰ نے بطور احسان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ.... الآیة (سورۃ آل عمران:159)

''اللہ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت

دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے''۔

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر جو نرمی اور ملائمت تھی یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی کا نتیجہ تھا۔آج کل لوگوں میں جو حسد، بغض، خانہ جنگی، اور بے سکونی پائی جاتی ہے یہ نبوی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ ہے۔اگر ہم سب سکون چاہتے ہیں، اطمینان اور قلب سلیم کے متمنی ہیں تو اس کے لیے نبوی اخلاق کی پابندی کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

اخلاقیات کے موضوع پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔دور حاضر کے مسلمانوں کی اخلاقی زبوں حالی کو دیکھ کر میں نے بھی ارادہ کیا کہ حسن اخلاق کے موضوع پر ایک مختصر کتاب ترتیب دوں۔اللہ تعالیٰ نے یہ کام میرے لیے آسان بنا دیا ور یہ اسی خلّاق علیم کا فضل واحسان ہے کہ اس نے مجھ حقیر کو فضیلۃ الشیخ حافظ محمد حنیف بٹ المدنی اور فضیلۃ الشیخ محمد اسحاق بابا المدنی جیسے شفیق اساتذہ کی نگرانی میں یہ کام کرنے کی توفیق دی۔ان دونوں محترم اساتذہ نے اپنی مشغولیات کے باوجود میرے اس کتابچے کو پڑھا اور مناسب مقامات پر تصحیح بھی کی۔(فجزاھما اللہ أحسن الجزاء) اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اساتذہ کے علم وعمل صالح میں برکت عطا فرمائے۔(آمین)

یہ کتاب میری زندگی کی پہلی طالبعلمانہ کوشش ہے۔میں نے اس میں صرف وہ احادیث جمع کیے ہیں جو صحیح وحسن لذاتہ سندوں سے ثابت شدہ ہیں۔اگر اس کتاب میں کوئی خیر ہے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اگر اس میں کوئی غلطی ہے تو وہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔اللہ تعالیٰ غلطیوں سے پاک ہے۔آخر پر میں اپنے شفیق بھائی محترم رئیس احمد راہ کا بالخصوص اور اپنے تمام گھر والوں کا بالعموم

شکریہ ادا کرتی ہوں جنھوں نے آج ہی سے مجھے دین قیم کی خدمت کے لیے وقف کیا ہے (فجزاھم اللہ أحسن الجزاء) نیز اللہ تعالیٰ تمام معاونین کو جزائے خیر سے نوازے۔(آمین)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میرے دل کو اخلاص وتقوی سے بھر دے۔اس حقیر کوشش کو صرف اپنی ذات کے لیے قبول فرمائے اور اسے میرے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری، میرے والدین کی، میرے بھائی بہنوں ،کمپوزنگ کرنے والے اور تمام معاونین کی مغفرت فرمائے۔(آمین)

إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

کتبتہ
حافظہ نیلوفر بنت علی
طالبہ:الکلیۃ السلفیۃ للبنات سرینگر کشمیر

تقریظ (۱)

الحمد الله على آلائه والشكر له على توفيقه و امتنانه أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له تعظيماً لشأنه وأشهد أن محمداً عبده ورسوله صلى الله عليه وسلم داعياً الى رضوانه

اسلامی آداب زندگی اور اخلاقیات ایسے موضوعات ہیں جو بذات خود اپنی اہمیت کے متحمل ہیں غالباً ہر مکتب فکر نے ایسے موضوعات کو اپنے دلوں میں جگہ دے دی اور شاید ہی کسی شخص کو ایسے موضوعات کے ساتھ اختلاف ہو۔ صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی، امانت داری، سخاوت بردباری، رأفت، رحمت شفقت، بہادری، مسکینوں یتیموں کے ساتھ ہمدردی وغیرہ وغیرہ ایسے شہ پارے ہیں جو اگر ایک لمحے کے لیے جسم سے الگ کر دیئے جائیں تو جسم کی کوئی حیثیت نہیں رہتی بلکہ وجود کالعدم بن کر رہ جاتا ہے۔

صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے روشن واقعات ہمارے ایمان کو اجاگر کرتے ہیں۔ بلکہ وہ ہمارے ایمانی تقاضے پورے کرنے میں معاون ہیں۔ یہی وجہ ہے ایک کثیر تعداد علماء حق اور داعیان سنت نے آداب اور اخلاقیات نبوی کے عناوین پر صفحات سیاہ کر دیئے اور کیوں نہ ایسا کرتے اس لئے کہ کسی مسلمان کا صاحب اخلاق ہونا ایمان کی تکمیل کہا گیا جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔

جس کے اخلاق بہتر ہوں اس کا ایمان بھی مکمل قرار پایا۔

سیرت نبوی کے آئینے میں صبر، عہد کی پاسداری، عدل حُسن سلوک، نرمی، خدمت خلق، بلند ہمت، رفق، خاموشی، تدبر، تفکر، تعقل، تفہم، تزکیہ نفس، پاکدامنی وغیرہ وغیرہ وہ گوش پارے ہیں جنکی وجہ سے مخالفین اور دشمنان اسلام نہ صرف شرم سا رہوئے بلکہ اسلام کے دائرے میں فوج درفوج داخل ہوئے اور **اَلْحَقُّ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ**۔ ''سچائی وہ ہے جس کی گواہی دشمن بھی دے''۔ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور امانت داری کی گواہی آپ کے ہم عصر لوگوں نے بھی دی اور آپ کے بعد آنے والے قیامت تک وقتاً فوقتاً دشمنان اسلام گواہی دیتے رہیں گے۔

مذکورہ کتابچہ اسی سلسلے کی اہم ترین کڑی ہے اس موضوع کو مزید رونق دینے کے لیے ہماری بہن نیلوفر بنت علی کی قابل ستائش کوشش ہے۔ اگر چہ وہ ابھی ابتدائی طالبات ہی کے زمرے میں ہے مگر اس طرح غیر مختلف فیہ موضوعات پر قلم اٹھانا مثبت پہلو کی واضح دلیل ہے تاکہ ہر مکتب فکر ایسے موضوعات سے مستفیض ہو سکے۔ مذکورہ کتابچہ موصوف کے مطالعہ سے گزار جو کہ قارئین کرام کے لیے نہایت ہی مفید ہے۔ حدیث، اسکا مفہوم، تشریح نہایت سلیس کے ساتھ، پھر راوی کا مختصر تعارف، قصص خبر وأثر اور پھر کسی حدیث یا آیت کریمہ کو وجہ الشاہد کے طور پر بیان کیا گیا ہے، کبھی کبھی حدیث کے آخر میں موضوع یا عنوان کے فائدے بیان کیے گئے ہیں۔ کبھی مجمل آیت کو حدیث سے تفسیر کی گئی اور کبھی باب کے حدیث کو کسی آیت کے ذریعے واضح کیا گیا، آخر میں موضوع کو بھر پور حوالہ جات سے مزین کیا گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری بہن کی اس اُدنی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اوراس کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔(آمین)

کتبہ
الفقیر الی عفو ربہ
محمد حنیف عبد الأحد بھات
المتخرج: الجامعہ الاسلامیہ بالمدینۃ المنورۃ
لکچرر: الکلیۃ السلفیۃ للبنات
(۳/۲۰۱۶/۲۱)

تقریظ (۲)

الحمد اللہ و کفی و الصلاۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی.....أما بعد:

اربعون حدیثاً (چالیس حدیثیں) نامی رسالۃ سابقہ صدیوں میں ہمارے سلف صالحین نے اس بارے میں کئی تصانیف منظر عام پر لائیں، پھران کے بعد متاخرین نے ان کتابوں کی مختلف انداز میں تشریحات لکھ ڈالی جس کی وجہ سے اُمت مسلمہ خوب مستفید ہوتی رہی۔

مذکورہ رسالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق پر چالیس حدیثیں نامی رسالۃ اسی گلستان کی ایک شاخ ہے جس میں ہماری طالبۃ (نیلوفر بنت علی) کی دلی خواہش یہ ہے کہ وہ اس شاخ کی آب پاشی کرکے پھولتا پھلتا دیکھنا چاہتی ہے اور پھر بذات خود اور دوسروں کو بھی اس شجرہ طیبہ کی طرف مدعو کرنا چاہتی ہے۔اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہماری طالبہ کو اس کی (طرف) توفیق بخشی اور یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچ گیا۔

سیرت طیبہ کے حوالے سے اخلاقیات ایک ایسا موضوع ہے جس پر کثیر تعداد میں لکھنے کی اشد ضرورت ہے۔تاکہ عوام اور خواص کے اندر حسن خلق کے باب میں جو فقدان پایا جارہا ہے اس کا سد باب محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم سے کیا جائے۔

مذکورہ رسالۃ اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے ذریعے تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت عنایت فرمائے۔اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور اس طالبہ کو مزید دین کی خدمت باندازِ تالیف کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

ازقلم
محمد اسحاق بابا المدنی
استاذ: الکلیۃ السلفیۃ للبنات بربرشاہ

رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے کی فضیلت کا بیان

حدیث نمبر ١:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ۔ (صحیح بخاری: کتاب الادب رقم الحدیث: ۵۹۸۵)

ترجمۃ الحدیث: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جسے پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی ہو اور اسکی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔

تشریح: صلہ رحمی ایک نہایت عظیم نیکی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اعمال میں سے ہے۔ مولانا داؤد راز رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اس عمل (یعنی صلہ رحمی: ناقلہ) سے رشتہ داروں کی نیک دعائیں اسے حاصل ہو کر موجبِ برکات ہوں گی۔''

(شرح صحیح بخاری از داؤد راز ج: ۷ ص: ۴۱۳)

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

معنى البسط فى رزقه هو البركة، لأن صلته أقاربه صدقة ،والصدقة تُربي المال وتزيد فيه۔

(شرح ابن بطال ج ۳ تحت الحدیث ۲۰۶۷ المکتبۃ الشاملۃ)

''رزق کی فراخی سے مراد برکت ہے، کیونکہ اقارب سے صلہ رحمی کرنا صدقہ

ہے اور صدقہ مال میں نفع کا باعث اور اس میں زیادتی کا ذریعہ ہی''۔

دوسری جگہ پر مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''صلہ رحمی کا: ناقلة'' نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے رشتہ دار اس کا حسن سلوک دیکھ کر دل سے اس کی عمر کی درازی، مال کی فراخی کی دعائیں کریں گے۔ اور اللہ پاک ان کی دعاؤں کے نتیجہ میں اس کی روزی میں اور عمر میں برکت کرے گا۔ اس لیے کہ اللہ پاک ہر چیز کے گھٹانے بڑھانے پر قادر ہے''۔ (شرح صحیح بخاری از راز ج ۳ ص: ۲۰۸)

رشتوں کو جوڑنا جتنا ثواب کا کام ہے اتنا ہی ان کو توڑنا باعث گناہ ہے، امام المحدثین باب اِثم القاطع کے تحت یہ حدیث لائے ہیں:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔ (صحیح بخاری: ۵۹۸۴)

یعنی ''قطع رحمی کرنے (رشتے توڑنے) والا جنت میں نہیں جائے گا''۔

اس حدیث سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ دخول جنت کے لئے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بھی از حد ضروری ہے۔ جدید دور کی جدید ٹیکنالوجی بھی رشتوں کو کاٹنے میں معاون ثابت ہو رہی ہے۔ چنانچہ انٹرنیٹ، موبائل فون وغیرہ کی وجہ سے بعض اوقات لوگوں کو اپنے قریبی رشتہ داروں کے گھروں کا پتہ ہی نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف بات کرنے پر ہی کام چلاتے ہیں اور رشتہ داروں کے گھر جا کر ان سے ملاقات کرنے کی زحمت نہیں اٹھاتے۔ (اِلا ماشاء اللہ)

لہٰذا مذکورہ بالا حدیث آج کل کے ''مصروف'' لوگوں کو دعوتِ فکر دیتی ہے کہ اپنی مصروفیوں میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر صلہ رحمی کے لیے خاص کریں تاکہ حدیث نمبر ایک میں بیان کردہ فضائل ان کا مقدر بنیں۔

راویٔ حدیث کا تعارف:

نام: زمانہ جاہلیت میں سیدنا ابو ہریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبد شمس تھا۔ ''امام بخاری نے حسن سند سے روایت کیا ہے کہ: عن أبي سلمة عن أبي هريرة عبد شمس'' الخ۔

(التاریخ الکبیر ۶ / ۱۳۲ ت ۱۹۳۸ بحوالہ فضائل صحابہ ص: ۱۱۹۔ از حافظ شیر محمد)

عبداللہ بن رافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: آپ کو ابو ہریرہ کیوں کہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: کیا تم مجھ سے نہیں ڈرتے؟ ابن رافع نے کہا: جی ہاں، اللہ کی قسم! میں آپ سے ضرور ڈرتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا: میں اپنے گھر والوں کے لیے بکریاں چراتا تھا اور میری ایک چھوٹی سی بلی تھی۔ رات کو میں اسے ایک درخت پر چھوڑ دیتا اور دن کو اس کے ساتھ کھیلتا تھا تو لوگوں نے میری کنیت ابو ہریرہ مشہور کر دی۔ (طبقات ابن سعد ۴ / ۳۲۹ وسندہ حسن)

حلیہ مبارک:

محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: آپ کا رنگ سفید تھا اور آپ خوش مزاج نرم دل تھے۔ آپ سرخ رنگ کا خضاب یعنی مہندی لگاتے تھے۔ آپ کاٹن کا کھردرا پھٹا ہوا لباس پہنتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۴ / ۳۳۳، ۳۲۴۵ وسندہ صحیح) بحوالہ فضائل صحابہ ص ۱۲۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ حدیث روایت کرنے والے صحابی ہیں آپ نے 5374 حدیثیں روایت کیں۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

۱۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 5374 حدیثیں بیان کیں۔ اور انکی بیان

کردہ احادیث یا آپ کی طرف منسوب احادیث میں سے ۳۸۷۸ مسند احمد میں موجود ہیں۔

۲۔ آپ کے شاگرد ہمام بن منبہ یمنی رحمہ اللہ نے آپ سے احادیث سن کر ۱۴۰ کے قریب حدیثوں کا ایک مجموعہ (صحیفہ ہمام) مرتب کیا تھا جو کہ سارے کا سارا بالکل صحیح ہے اور شائع شدہ ہے۔

(کتاب الابعین لابن تیمیہ ص64 تحقیق ترجمہ وفوائد از حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ)

ایک عبرت ناک واقعہ:

قاضی ابوطیب بیان کرتے ہیں کہ ہم جامع منصور میں ایک علمی مجلس میں تھے کہ ایک خراسانی نوجوان آیا اور مصراۃ کے مسئلے کے بارے میں سوال کیا اور دلیل طلب کی تو دلیل میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیان کی گئی۔

چونکہ وہ حنفی تھا، اس نے کہا کہ ابوہریرہ کی حدیث قابل قبول نہیں، اسکا یہ کہنا تھا کہ مسجد کی چھت سے ایک بڑا سانپ گرا اور اسکا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ وہ آگے آگے دوڑا جا رہا ہے اور سانپ اسکے پیچھے پیچھے۔ تو لوگوں نے اس سے کہا کہ توبہ کر، جب اس نے توبہ کی تو سانپ غائب ہو گیا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۶۱۸، ۶۱۹ العرف الشذی از انور شاہ کشمیری: ۱/ ۱۴۸) بحوالہ صحیفہ ہمام بن منبہ (مترجم ص380)

یہ سانپ بطور سزا اس حنفی نوجوان کیلئے اس لیے گرا تھا کہ اس کے نزدیک سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیر فقیہ تھے، لہذا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بارے میں بدزبانی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ان پر دردناک عذاب نازل نہ کرے۔

وفات:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیلی حالات زندگی کیلئے تو ایک دفتر درکار ہے۔ آپ تقریباً ۵۸ھ میں مدینہ طیبہ کے قریب وادی عقیق میں فوت ہوئے اور آپ کا جسم مبارک مدینہ لایا گیا۔ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپکو بقیع الغرقد میں دفن کیا گیا۔

(دیکھے الدفاع عن ابی ھریرہ، ص ۱۶۷) بحوالہ کتاب الاربعین لابن تیمیہ ص:65)

فائدہ:

یہاں بطور فائدہ عرض ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ پر شیخ عبدالمنعم صالح العلی العزی کی کتاب ''دفاع عن ابی ھریرۃ'' بہترین کتاب ہے۔

زبان کی حفاظت کا بیان

حدیث نمبر ۲:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ:مَنْ يَضْمَنُ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔

(صحیح البخاری: ۶۴۷۴، ترمذی: ۲۴۰۸)

ترجمۃ الحدیث: ''سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جو شخص مجھے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور دونوں پاؤں کے درمیان کی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دے دوں گا''۔

تشریح: ایک اصول ہے کہ **الحدیث یفسر بعضه بعضًا** یعنی حدیث حدیث کی تفسیر کرتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی تشریح دیگر احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کون سا عمل سب سے زیادہ (لوگوں کو) جنت میں داخل کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' تقویٰ اور خوش اخلاق'' سوال کیا گیا: کون سی چیز سب سے زیادہ (لوگوں کو) جہنم میں لے جائے گی؟ فرمایا:'' دو کھوکھلی چیزیں:'' منہ اور شرمگاہ۔'' (ابن ماجہ: ۴۲۴۶)

زبان ایک ایسا گوشت کا ٹکڑا ہے جس سے کئی خطرناک گناہ مثلاً جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ وغیرہ سرزد ہو جاتے ہیں اور یہی گناہ انسان کی ہلاکت کا باعث بن سکتے ہیں۔

۲۔ سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے (نصیحت کی) ایک بات فرما دیجیے جس پر میں مضبوطی سے قائم رہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہو! میرا رب اللہ ہے، پھر اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کو میرے بارے میں سب سے زیادہ کس چیز سے (نقصان پہنچنے کا) خوف ہے؟ رسول اللہ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا پھر فرمایا:'' اس سے۔''

(ابن ماجہ ۳۹۷۲، مسلم، کتاب الایمان (۱۵۹))

اس حدیث کی شرح میں مولانا عطاء اللہ ساجد حفظہ اللہ رقمطراز ہیں: ''زبان سے جس قدر زیادہ گناہ سرزد ہوتے ہیں اتنے دوسرے اعضاء سے نہیں ہوتے۔ زبان کے گناہ آسانی سے ہو جاتے ہیں۔ معاشرے میں زبان کے گناہوں کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی جتنی دوسرے گناہوں کو۔ زبان کے گناہوں کے اثرات زیادہ شدید ہوتے ہیں جن کے نتیجے میں اور بہت سے گناہ سرزد ہوتے ہیں، مثلاً قتل وغارت وغیرہ اس لیے زبان کے بارے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہی''۔ (ابن ماجہ مترجم جلد ۵ ص ۲۹۰)

۳۔ سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ میں نے

عرض کیا: اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم جو باتیں کرتے ہیں کیا ان پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''معاذ! تیری ماں تجھے روئے لوگوں کو (جہنم کی) آگ میں چہروں کے بل گھسیٹنے والی چیز ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصلوں کے سوا اور کیا ہے؟'' (سنن ابن ماجہ (۳۹۷۳)) جزء من الحدیث

بعض لوگ عادتاً بہت زیادہ باتونی ہوتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنی زبان پر کنٹرول کیوں نہیں کرتے؟۔ وہ لوگ جواباً یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ یہ ہماری عادت ہے، گویا وہ اپنے آپکو بری الذمہ اور عادت سے مجبور باور کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی خدمت میں عرض ہے کہ سائنسی نقطہ نظر سے انسانی اعضاء کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ Involuntary Organs: یعنی وہ اعضاء جن پر ہمارا کنٹرول نہیں اور جن کے بارے میں ہم معذور ہیں مثلاً: دل

۲۔ Voluntary Organs: وہ اعضاء جن پر ہمارا کنٹرول ہے اور زبان بھی انہی اعضاء میں سے ایک ہے۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ احادیث مذکورہ پر عمل کرتے ہوئے ہر وقت اپنی زبان کی حفاظت کرے۔

زبان کی حفاظت کے بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن طوالت کے خوف سے صرف ایک اور حدیث بیان کرنے پر اکتفاء کرتی ہوں۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے ذکر کے سوا زیادہ باتیں نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر کلام کی کثرت دل کو سخت کر دیتی ہے اور سخت دل والا اللہ سے بہت دور ہو جاتا ہے''۔

(ترمذی کتاب الزھد: ۲۴۱۱)

راویٔ حدیث کا تعارف:

نام: سہل بن سعد بن مالک بن خالد الخزرجی الانصاری الساعدي، آپ انصاری صحابی ہیں۔ (دیکھیے اسد الغابہ، جلد اول ب، حصہ چہارم ص:996، بتصرف)

وَكَانِ ابوه من الصحابة الذين توفوا فى حياة النبى صلى الله عليه وسلم ۔ (سیر اعلام النبلاء جزء ۳ ص 422، شاملہ)

''آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اُن صحابہ میں سے تھے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی وفات پائی۔

علمی آثار: سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند احادیث روایت کی ہیں۔

شاگرد: عباس بن سہل بن سعد، ابو حازم الاعرج، عبداللہ بن عبدالرحمن بن الحارث بن ابی ذباب، ابن شہاب الزہری، یحییٰ بن میمون الحَضرمي وغیرہم (رحمہم اللہ)

آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پندرہ عورتوں سے نکاح کیا۔ (سیر اعلام النبلاء جزء ۳ ص 423 شاملہ)

سہل ۸۸ھ میں ۹۶ برس کے ہو کر فوت ہو گئے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۹۱ھ میں (۱۰۰) سو برس کے ہو کر فوت ہو گئے۔

(اسد الغابہ جلد اول ب حصہ چہارم، ص 997)

اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا

حدیث نمبر ۳:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم : لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَّلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ۔ (رواہُ مسلم:2626)

ترجمۃ الحدیث: سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو، چاہے وہ یہی ہو کہ تم اپنے بھائی سے ہنستے مسکراتے چہرے سے ملو“۔

تشریح: نیکی اللہ کی رضامندی، اس کی محبت فضل اور رحمت کا باعث ہے۔اس وجہ سے نیکی کو کبھی بھی حقیر نہیں جاننا چاہے۔موقع کو غنیمت جانتے ہوئے فی الفور نیکی کو کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بسا اوقات معمولی اور چھوٹی چھوٹی نیکیاں نجات کا ذریعہ بن جایا کرتی ہیں۔(نیکی اور برائی ص350)

اب دیکھئے: سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:”تمہارا اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا صدقہ ہے۔“

(سنن ترمذی: کتاب البر والصلۃ رقم/ 1970)

؎ کرو مہربانی تم اہل زمین پر خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

لیکن آج کل کے معاشرے میں تو بڑی بڑی نیکیوں کو بھی فراموش کیا جاتا ہے اور حقوق العباد کا خیال بہت ہی کم لوگ رکھتے ہیں ہر کسی مسلمان کو یاد رکھنا چاہئے کہ

حقوق اللہ بجالا کر حقوق العباد کو فراموش کرنے سے انسان پکا مومن اور جنتی نہیں بن سکتا۔ بلکہ جنت میں داخل ہونے کیلئے یہ دونوں لازم ملزوم ہیں۔

آپ دیکھئے کہ حدیث نمبر ۳ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیکی کو حقیر سمجھنے سے منع کر رہے ہیں کیونکہ خندہ پیشانی سے ملنا لوگوں کی نظروں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اخلاقی اعتبار سے یہ ایک نہایت ہی عمدہ صفت ہے لہذا اسلام نے اس کی بھی بڑی اہمیت بیان کی ہے۔

لیکن بعض لوگ باہر کے لوگوں کیلئے تو نرم گوشہ رکھتے ہیں اور ان سے بہت ہی اچھے انداز میں ہنستے مسکراتے پیش آتے ہیں۔لیکن اپنے گھروں میں انکے پاس سوائے وحشی پن اور ڈانٹ ڈپٹ کے کچھ نہیں ہوتا۔حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”خیر کم خیر کم لأهله وأنا خیر کم لأهلي“

”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں“۔(سنن ترمذی ۳۸۹۵)

لہٰذا انسان کو چاہے کہ اندرونِ خانہ اور بیرون خانہ غرض ہر کسی شخص سے حُسن سلوک سے پیش آئے۔

راویٔ حدیث: سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف:

نام: ان کے نام کے بارے میں بڑا اختلاف ہے۔ایک روایت میں جندب بن جنادہ ہے جو باقی روایتوں کے مقابلے میں واضح اور زیادہ عام ہے۔

(اسد الغابۃ ج سوم ب حصہ دوم ص498،(طبع حافظی بکڈپو دیوبند)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أحد السابقین الاولین، من نجباء أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

قیل: کان خامس خمسة فی الاسلام

ثُمَّ اِنهُ ردالی بلاد قومه، فأقام بها بأمر النبی صلی الله علیه وسلم له بذلك. فلما أن هاجر النبی صلی الله علیه وسلم، هاجر الیه ابوذر رضی الله عنه ولازمه، وجاهد معه وکانَ یفتی فی خلافة ابی بکر، وعمر، وعثمان۔ (سیر اعلام النبلاء تحقیق ارنؤوط الجزء 2 ص46، شاملہ)

''ابوذر رضی اللہ عنہ'' سابقین اولین (سب سے پہلے اسلام لانے والوں) میں سے ایک صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ کے فاضل اور ہونہار صحابہ میں سے تھے۔

قبول اسلام کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قبیلے میں واپس چلے گئے تھے اور وہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قیام پزیر رہے۔ پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو ابوذر رضی اللہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی، ان کو لازم پکڑا اور اُن کے ساتھ جہاد کیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ادوارِ خلافت میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

شاگرد: حذیفہ بن اسید الغفاری، ابن عباس، انس بن مالک، ابن عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جبیر بن نفیر، ابومسلم الخولانی، زید بن وھب، ابوالاسود الدیلی، ربعی بن

حراش، معرور بن سوید، زر بن حبیش ابومسلم الجیشانی سفیان بن ھانی، عبدالرحمن بن غنم، احنف بن قیس، قیس بن عباد، عبداللہ بن الصامت، ابوعثمان النھدي، سوید بن غفلة، ابو مراوح، ابوادریس الخولانی، سعید بن المسیب، خرشة بن الحر، زید بن ظبیان، صعصعہ بن معاویہ، ابوالسلیل ضریب بن نفیر، عبداللہ بن شقیق، عبدالرحمٰن بن ابي لیلیٰ، عبید بن عمیر، غضیف بن الحارث وعاصم بن سفیان، عبید بن الخشخاش، ابومسلم الجذمی، عطاء بن یسار۔ (سیر اعلام النبلاء جزء ۲ ص: ۴۷ بتحقیق ارنووط، بتصرف شاملہ)

حلیہ:

کان آدم ضخما جسیمًا کث اللحیة۔

(سیر اعلام النبلاء بتحقیق ارنؤوط جزء 2 صفحہ: 47) شاملہ

ابوذر رضی اللہ عنہ، لمبے چوڑے، جسیم اور گھنی داڑھی والے آدمی تھے:

وقد شهد فتح بیت المقدس مع عمر۔ (ایضاً)

''عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ فتح بیت المقدس میں شریک تھے''۔

علمی آثار: آپ نے 281 حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان میں سے 12 متفق علیہ، دو صرف بخاری میں، ۱۹ صرف مسلم میں ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء جزء 2 ص 75 شاملہ)

وفات: ابوذر رضی اللہ عنہ نے ۳۱ یا ۳۲ سن ہجری میں بہ مقام ربذہ وفات پائی۔ (اسد الغابة جلد سوم ب (حصہ دوم) ص 499)

اپنے بھائی سے بائیکاٹ کرنے والے کی مذمت کا بیان

حدیث نمبر ۴:

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ : لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِیْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ ۔

(صحیح البخاری: ۶۰۷۷، مسلم: ۲۰۶۰، وموطا روایۃ ابن القاسم رقم ۷۹۰ واللفظ لہ)

ترجمۃ الحدیث: ''سیدنا ابوایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ تین راتوں سے زیادہ اپنے بھائی سے بائیکاٹ کرے (ایسا نہ ہو کہ) جب ان کی ملاقات ہو تو ایک بھائی دوسرے بھائی سے منہ پھیرے اور دوسرا اس سے منہ پھیرے۔ ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو دوسرے کو پہلے سلام کرے''۔

تشریح بالحدیث: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور آپس میں حسد نہ کرو اور ایک دوسرے کی طرف (ناراضی سے) پیٹھ نہ پھیرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زیادہ بائیکاٹ کرے''۔ (صحیح البخاری ۶۰۷۶ و مسلم ۲۵۵۹ و موطا روایۃ ابن القاسم ح ۴ واللفظ لہ)

مذکورۃ الصدر حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے

سے بے رخی برتنا، بغض رکھنا، حسد اور بائیکاٹ کرنا حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شرعی عذر ہو تو بائیکاٹ کیا جاسکتا ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں: صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک و کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ برآءۃ باب (لقد تاب اللہ علی النبی) وباب (وعلى الثلثة الذين خلّفوا) وغیرھا و صحیح مسلم کتاب التوبۃ، باب توبۃ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔

بعض اوقات ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ دو شخص آپس میں کسی بات پر خفا ہیں اور دونوں آپس میں بات چیت کرنا چاہتے ہیں لیکن شیطان ان کو آپس میں بات کرنے سے اس طرح روکتا ہے کہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر اپنے نفس سے کہتے ہیں'' کہ میں ہی کچھ کم ہوں، میں پہلے بات کیوں کروں''؟

اگر ان دونوں کو حدیث مذکورہ پر نظر ہوتی کہ ''ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو دوسرے کو پہلے سلام کرے''۔ تو ہر ایک بہتر بننے کی کوشش کرتا۔

نیز سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کو کھولے جاتے ہیں۔ پھر ہر اس (مسلمان) بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی چیز میں شرک نہیں کرتا تھا سوائے اس آدمی کے جو اپنے اور اپنے بھائی کے درمیان دشمنی رکھتا ہے پھر کہا جاتا ہے: ان دونوں کو پیچھے ہٹاؤ (مہلت دو) حتی کہ یہ صلح کر لیں۔ (مسلم: ۲۵۶۵)

لہٰذا جتنی جلدی یہ دونوں آپس میں تعلق صحیح کریں گے اتنی ہی جلدی ان کے گناہوں کو بھی بخش دیا جائے گا۔

روای حدیث: سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف:

نام: ابوایوب خالد بن زید الخزرجی النجاری البدری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر آپ ہی کے ہاں قیام کیا تھا۔

شاگرد: جابر بن سمرہ، البراء بن عازب، مقدام بن معدیکرب، عبداللہ بن یزید الخطمي، جبیر بن نفیر، سعید بن المسیب، موسیٰ بن طلحہ، عروہ بن الزبیر، عطاء بن یزید اللیثی، اُفلح، ابورہم المساعی، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ قرثع الضبي، محمد بن کعب القاسم ابوعبدالرحمن وغیرھم۔

علمی آثار: آپ نے چند حدیثیں روایت کی ہیں۔ ''مسند بقي'' میں آپ سے 155 حدیثیں مروی ہیں ان میں سے بخاری اور مسلم میں سات ہیں (متفق علیہ) ایک صرف بخاری میں اور پانچ صرف مسلم میں۔

(سیر اعلام النبلاء جزء 2 ص 402 بتصرف) المكتبة الشاملة

فضائل:

۱۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میزبانِ رسول بننے کا شرف حاصل ہوا۔

۲۔ آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھے۔

۳۔ ابوایوب اور مصعب بن عمیر (رضی اللہ عنہما) کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا گیا۔ (سیر اعلام النبلاء جزء: 2 ص 405 بتصرف) شاملہ

وفات: آپ رضی اللہ عنہ قسطنطنیہ شہر کے پاس ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ (اسد الغابۃ: جلد سوم ب (حصہ دہم) ص: 446)

غصہ سے پرہیز کرنے اور اس پر قابو پانے کی فضیلت

حدیث نمبر ۵:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ: لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

(رواہ البخاری (۶۱۱۴) ومسلم (۲۵۸۶))

ترجمۃ الحدیث: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلوان وہ نہیں ہے جو کُشتی لڑنے میں غالب آجائے بلکہ اصل پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پائے''۔

تشریح: اگر ایک مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان بھائی سے ذاتی دشمنی اور لڑائی ہے تو بجائے باہم جنگ وجدال اور تلخ کلامی کے صبر وتحمل اور بردباری سے کام لینا چاہیئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{ادْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ} (سورۃ حم السجدۃ آیت نمبر:34)

''آپ برائی کو بطریق احسن ٹال دیجئے تو (آپ دیکھیں گے کہ) آپ اور جس آدمی کے درمیان عداوت ہے وہ آپ کا گہرا دوست بن جائے گا''۔

اللہ اکبر! اس آیت مبارکہ میں تو اللہ تعالیٰ نے ذاتی دشمنی کے اسباب سے بچنے کا ایک بہترین نسخہ بیان فرمایا ہے۔ آیئے ہم دیکھتے ہیں ذاتی دشمنی کی اکثر اوقات وجہ کیا ہوتی ہے۔؟

تیز کلامی:

یعنی ایک شخص دوسرے شخص کے خلاف ناروا الفاظ کہے، تو دوسرا شخص غصے میں آکر نہ جانے کیا کیا کہتا اور کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نسخے میں فرمادیا کہ برائی کو بطریق احسن ٹال دیجئے یعنی برائی کا جواب اچھائی سے، قصور کا جواب عفو و درگزر سے، غصہ کا جواب صبر سے، لغزش کا جواب نظر انداز کرنے سے دیجئے۔

کاش! آج کے مسلمان ان قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ پر عمل پیرا ہو کر ایک پرامن معاشرہ تشکیل دیتے۔

غصے پر قابو پانے کا نبوی نسخہ:

''دو آدمیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جھگڑا کیا، ہم (یعنی راوی حدیث صحابی اور دیگر صحابہ) بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص دوسرے کو غصہ کی حالت میں گالیاں دے رہا تھا اور اس کا چہرہ سُرخ تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر یہ شخص اسے کہہ لے تو اسکا غصہ دور ہو جائے۔ اگر یہ اُعوذُ باللّٰہ من الشیطان الرجیم کہہ لے''۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے کہا کہ سُنتے نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرما رہے ہیں؟ اس نے کہا میں دیوانہ نہیں ہوں''۔ (صحیح البخاری/4110)

لہٰذا جب انسان کو غیر شرعی غصہ آجائے تو تعوذ پڑھ لے۔

(میں نے لفظ غیر شرعی غصّہ اس لیے استعمال کیا کیونکہ بعض اوقات اگر انسان کوئی خلاف شرع بات دیکھے تو اس موقعہ پر غصّہ کرنا عین ایمان کی علامت ہے۔)

راوی حدیث کے تعارف کیلئے دیکھئے حدیث نمبر ایک

شکر و صبر کی فضیلت کا بیان

حدیث نمبر ٦:

وَعَنْ أَبِي يَحْيٰى صُهَيْب بْنِ سِنَانٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ: قَالَ رسولُ صلی اللہ علیہ وسلم: ((عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ۔ (صحیح مسلم: ٧٥٠٠)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابو یحیٰی صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اسکے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، اس پر اللہ کا شکر کرتا ہے، تو یہ شکر کرنا بھی اس کے لیے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اگر اسے تکلیف پہنچے، تو صبر کرتا ہے، تو یہ صبر کرنا بھی اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعثِ اجر ہے)۔

تشریح:

اللہ کے نیک اور مومن بندے ہر حال میں چاہیے تنگی ہو یا آسانی عسر ہو یا یسر، غم یا خوشی ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں، صالحین سے رب تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا۔ اس لیے کہ انہوں نے

اپنے رب کو راضی کرنے کیلئے مشکلات کا سامنا کیا اور ان پر صبر کیا۔

اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

''انھی لوگوں کو ان کے صبر واستقامت کی بدولت جنت میں اعلیٰ مقام ملے گا، اور اس میں دعائے خیر وسلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا''۔(الفرقان:۷۵)

انسان کو ہمیشہ غصہ پی جانے اور صبر کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔دوسرے کی تکلیف پر صبر اور خاص طور پر دعوت الیٰ اللہ اور اطاعت وفرمانبرداری میں لوگوں کی طرف سے پہنچنے والے ایذا پر صبر کرنے کا بہترین اجر اللہ تعالیٰ دے گا، ارشاد ربانی ہے:

{وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ}

(النحل/94)

''اور صبر کرنے والوں کو ہم بھلے اعمال کا بہترین بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔''

نیز فرمایا:

{إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ} (الزمر:۱۰)

''یقیناً صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جائے گا''۔

بعض علماء کا قول ہے کہ تکلیف پر صبر کرنا ''جہاد بالنفس'' کہلاتا ہے۔یہ تو ایک فطری چیز ہے کہ جسکی طرف سے تکلیف پہنچے اسکے خلاف انسان کو غصہ آتا ہے اور اس غصے پر قابو کرنا بھی ایک قسم کا صبر ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ}۔ (آل عمران/۱۳۴)

''(متقی وہ لوگ ہیں جو) غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے''۔

لہذا غصہ پی جانا اور صبر کرنا اللہ تعالیٰ کی بخشش کا ذریعہ ہے۔

شکر کی فضلیت: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۔

''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یاد رکھو کہ بے شک میرا عذاب سخت ہوتا ہے۔''(ابراھیم/۷)

لہذا اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا اس کی طرف سے برکت کے نزول کا سبب ہے اور ناشکری عذاب الٰہی کا باعث ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دُعا ترک نہ کرنا، اسے ضرور پڑھنا:

اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

''اے اللہ! تو اپنا ذکر کرنے اور اپنا شکر ادا کرنے اور اچھے انداز سے عبادت ادا کرنے میں میری مدد فرما۔''(سنن ابی داود:۱۵۲۳)

لہٰذا جس چیز کی تعلیم خود محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابی کو دے اس کی اہمیت کے کیا کہنے۔

راوی حدیث: سیدنا صہیب بن سنان (رضی اللہ عنہ) کا تعارف:

نام: صہیب بن سنان بن مالک۔ان کی کنیت ابویحییٰ ہے۔ان کو صہیب رومی بھی کہا جاتا ہے۔(اسد الغابۃ جلد دوم الف (حصہ پنجم) ص ۸۲ بتصرف)

وَیعرف بالرومی لأنه أقام فی الروم مدة

''اور یہ (صہیب) رومی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ ایک مدت تک روم میں مقیم رہے''۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۷) شاملہ

کانَ مِنْ کبار السابقین البدریین

''(آپ رضی اللہ عنہ) کبار پہلے پہل اسلام لانے والے بدری صحابیوں میں سے تھے''۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص:18) شاملہ

آپ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ کے ہمراہ شریک تھے۔

(اسد الغابۃ جلد دوم الف (حصہ پنجم ص:83)

شاگرد: ان کے بیٹے حبیب بن صہیب، ان کے پوتے زیاد بن صیفی بن سنان، سعید بن المسیب، کعب الحبر، عبدالرحمن بن ابی لیلی وغیرھم۔

(سیر اعلام النبلاء ج: ۲ ص:18) شاملہ

جلد: رنگ انکا بہت سُرخ تھا، نہ لمبے تھے اور نہ پست قد مگر ہاں قد چھوٹا تھا سر میں بال بہت تھے۔

وفات: آپ کی وفات مدینہ میں شوال 38ھ میں ہوئی۔

(اسد الغابۃ جلد دوم الف (حصہ پنجم ص:84 بتصرف)

زیادہ ہنسنے کی ممانعت کا بیان

حدیث نمبر ۷:

عِنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلم: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَاأَعْلَمُ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا ۔ (بخاری: ۶۶۳۷، مسلم: ۹۴۱)

ترجمة الحدیث:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں بھی معلوم ہو جائے تو تم روتے زیادہ اور کم ہنستے''۔

تشریح:

انسان کمزور اور محتاج مخلوق ہے لہذا اس سے گناہ سرزد ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ انسان کو چاہیے کہ ہر وقت اپنے ایمان کو بچانے کی فکر کرے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زیادہ مت ہنسو کیونکہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے''۔

(ابن ماجۃ: ۴۱۹۳)

اس حدیث کی شرح میں مولانا عطاء اللہ ساجد حفظہ اللہ رقمطراز ہیں ''دل کے مردہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مردہ انسان کو کسی چیز کا احساس نہیں ہوتا اسی

طرح غافل آدمی کو بھی اپنی آخرت کے نفع اور نقصان کا احساس نہیں ہوتا۔ دل جب مردہ ہو جائے تو اس میں نرمی کی جگہ سختی، رحم کی جگہ سنگ دلی اور انصاف کی جگہ ظلم کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ نیکی سے محبت اور گناہ سے نفرت ختم ہو جاتی ہے۔

خندہ پیشانی ایک اچھی عادت اور شرعاً مطلوب ہے لیکن ہر چیز سے بے پرواہو کر ہر وقت ہنسی مذاق اور دل لگی میں وقت گزارنا غفلت اور مردہ دلی کی علامت ہے۔

دوسروں کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھنا اور دوسروں کے دُکھ درد میں شریک ہونا ضروری ہے''۔(ابن ماجہ مترجم ج۵ ص465)

جناب حسن بصری (تابعی) رحمہ اللہ کا قول ہے!''جو شخص یہ جانتا ہے کہ موت نے آنا ہے۔ قیامت قائم ہونی ہے اور اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر حساب و کتاب دینا ہے، تو اس کیلئے ضروری ہے کہ دنیا میں (زندگی کا) طویل حصّہ رنج میں گزارے۔''

(فتح الباری ۱۱/۳۱۹۔۳۲۰)

چناچہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے مفسر اعظم ہیں لہذا مذکورۃ الصدر (حدیث نمبر ۷) سورۃ التوبہ کی اس آیت کریمہ کی بہترین تفسیر ہے:

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔

''پس ان کو چاہیے کہ کم ہنسیں اور زیادہ روئیں یہ اس چیز کی جزا ہے جو کچھ وہ کماتے تھے۔''(التوبۃ:۸۲)

شاعر کہتا ہے:

ہر وقت کا ہنسنا تجھے برباد نہ کر دے
تنہائی کے لمحوں میں کبھی رو بھی لیا کر

انسان آنسو کا جو بھی قطرہ اللہ کے خوف سے بہائے گا، اللہ اس کی قدر فرمائے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے''وہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایے تلے ہوگا جو تنہائی میں اسے یاد کر کے رو پڑے۔

(بخاری:۶۸۰۶،مسلم:۲۳۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ چنانچہ زیادہ ہنسنے سے انسان کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قہقہہ مار کر نہیں ہنستے، بلکہ مسکرایا کرتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں:

''میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے گلے کا کوا نظر آنے لگیں، آپ صرف مسکرایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری:۶۰۹۲،صحیح مسلم:۸۹۹)

مذکورہ احادیث صحیحہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو بھی تعلیم دی کہ دل کا احیاء چاہتے ہو تو زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ اگر انسان کا دل ہی بگڑ گیا یا مردہ ہو گیا تو پھر باقی تمام اعضاء کا بگڑ جانا لازمی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خبردار بے شک جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہوتا ہے تو پورا جسم صحیح ہوتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے''۔

(بخاری فی کتاب الایمان:۵۲،مسلم کتاب البیوع: ۴۰۹۴)

راوی حدیث کے تعارف کیلئے دیکھئے حدیث نمبر ایک

سچ کی برکت اور جھوٹ کی مذمت کا بیان

حدیث نمبر ۸:

عَنْ عَبْدِاللهِ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا۔

(بخاری: ۶۰۹۴، مسلم: ۶۵۳۸)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ سچ آدمی کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب حاصل کر لیتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ بُرائی کی طرف لے جاتا ہے اور بُرائی جہنم کی طرف اور ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے''۔

تشریح:

جھوٹ بدترین گناہوں میں سے ایک ہے، اس لیے کہ یہ ایک بہت ہی بری عادت ہے اور جس انسان میں پائی جائے اسکو بُرا بنا دیتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو منافق کی خصلت قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ۔۔۔) الحدیث

''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔۔۔''

(بخاری کتاب الایمان: ۳۳)

تمام جھوٹوں میں سے سب سے بڑا جھوٹ وہ ہے جو اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر باندھا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

''جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا، اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ (جہنم کی) آگ میں بنالے''۔ (بخاری کتاب العلم، ح: ۱۰۷)

جھوٹ بولنے والوں کیلئے قرآنی وعید:

اللہ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ۔ (سورۃ النحل: 105)

''جھوٹ افترا تو وہی باندھتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں ہوتا۔ یہی لوگ جھوٹے ہیں۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے: فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔

''پس ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔'' (آل عمران: 61)

نیز فرمایا: {إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ} (المومن: 28)

''بیشک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والے اور جھوٹے کو ہدایت نہیں کرتا۔''

قارئین کرام! اس سے بڑھ کر اور ذلت کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے کو اپنی

رحمت سے دور اور لعنت کی زد میں رکھتا ہے۔ جھوٹ بولنا منافقوں کی خصلت ہے، جھوٹے کی اللہ تعالیٰ اور بندوں کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

اور اللہ تعالیٰ نے سچوں کے ساتھ رہنے کا حکم بھی دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

{وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ} یعنی سچوں کے ساتھ رہو۔ (التوبہ:۱۱۹ جزء من الآیۃ)

راویٔ حدیث: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعارف:

نام ونسب: ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار الہذلی المکی البدری المہاجر رضی اللہ عنہ۔

آپ کو ابن ام عبد بھی کہا جاتا تھا۔

پیدائش: آپ ہجرت مدینہ سے تقریباً ۳۰ (تیس) سال قبل پیدا ہوئے۔

تلامذہ: اسود بن یزید، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ، ربعی بن حراش، زاذان ابوعمر الکندی، زر بن حبیش، زید بن وھب، سعد بن ایاس الشیبانی، ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ، شریح بن الحارث، ابووائل شقیق بن سلمہ، ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ، صلہ بن زفر، طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ، ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، ابوعثمان عبدالرحمن بن مل النہدی، عبیدہ بن عمرو السمانی، علقمہ بن قیس النخعی اور مسروق بن الاجدع وغیرھم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

(دیکھئے تہذیب الکمال ۴/ ۲۸۲۔۲۸۵)

قبول اسلام: آپ اسلام کے ابتدائی زمانے میں مسلمان ہوگئے تھے اور آپ کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے (رضی اللہ عنہ)۔

فضائل: آپ کے فضائل بہت زیادہ ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱: آپ نے مکی دور میں حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔

۲: آپ غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک تھے۔

۳: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہوں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا: چار آدمیوں سے قرآن سیکھو: عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل۔

آپ نے سب سے پہلے عبداللہ بن مسعود کا ذکر کیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(صحیح بخاری:۳۷۵۸، صحیح مسلم 2464)

۴: سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا:

صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین (جوتے) اٹھانے والے، بستر بچھانے والے اور آپ کے لئے وضو کا پانی اُٹھانے والے تھے۔ (صحیح بخاری:3742)

۵: سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ وقار و سنجیدگی، ہیئت وصورت و سیرت میں عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے زیادہ کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا۔ (صحیح بخاری:3762)

یعنی آپ اتباع سنت کی کامل تصویر تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

۶: سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: چونکہ عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کی والدہ کثرت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ لہذا ہم یہ سمجھتے تھے کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۷۶۳)، صحیح مسلم: 2460)

۷: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل وسیرت پر ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

حلیہ مبارک: آپ کا رنگ گندمی، قد مختصر اور جسم مبارک دُبلا کمزور تھا۔

(دیکھیے الاکمال مع المشکوٰۃ ج ۳ ص ۶۹۲ اور المستدرک للحاکم ۳/ ۳۱۳ ح: ۵۳۷۰ وسندہ حسن)

علمی آثار: صحیحین میں آپ کی 64 حدیثیں موجود ہیں اور بقی بن مخلد کی مسند میں 840 ہیں۔ (دیکھیے سیر اعلام النبلاء ۱: ۴۶۲)

نیز الاربعون فی الحث علی الجہاد لابن عساکر میں آپ کی بیان کردہ دو روایتیں (۳، ۳۹) موجود ہیں۔

میدان قتال میں: آپ غزوہ بدر اور تمام غزوات نبویہ میں شریک تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

وفات: آپ کچھ دن بیمار رہ کر مدینہ طیبہ میں (۳۲ یا ۳۳ ہجری) کو فوت ہوئے اور اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(دیکھیے تاریخ الاسلام للذھبی: ۳/ ۳۸۹)

(کتاب الاربعین لابن تیمیہ (اردو)، ص 119-117)

تکبر کی قباحت اور عاجزی کی فضیلت

حدیث نمبر ۹:

وَعَنْ أَبِي هُرِيرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَتَبَخْتَرُ فِي بُرْدَيْنِ قَدْ أَعْجَبَتْهُ نَفْسُهُ خُسِفَ بِهِ الأَرْضُ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (بخاری: ۵۷۸۹، مسلم: ۲۰۸۸)

ترجمۃ الحدیث: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص دو چادروں میں اِتراہوا چل رہا تھا، اور خود پسندی میں مبتلا ہوا، تو (بحکم الٰہی) وہ زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ (اسی طرح) روزِ قیامت تک رہے گا''۔

تشریح: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔۔ الحدیث (مسلم کتاب الایمان۔ ۹۱)

قارئین کرام! یہ ہے تکبر کی نبوی وعید۔

بے شک موجودہ دور ہو یا کوئی اور دور ہر زمانے میں تکبر کے اسباب یہ رہے ہیں مثلاً: اعلی دنیوی مرتبہ، کثرت مال، یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کے پاس بھی زیادہ مال ہو اس میں تکبر بھی پایا جائے بلکہ ایسا اکثر لوگوں میں دیکھا گیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے

قارون کی حکایت نقل کی ہے۔(دیکھیے سورۃ القصص ۷۶۔۷۷)

اور بعض مبتدی مطالع (ابتدائی مطالعہ کرنے والے) بہت ہی جلد اپنے اندر کمالِ علم محسوس کرتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتے ہیں اور بڑے بڑے علماء کی تنقید سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ جو علم انسان میں تواضع اور انکساری نہ لائے وہ علم ہی نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط

”بے شک اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔“

اتنا ہی نہیں بعض لوگ چار یا پانچ دن سردیوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے پیدل مسجد جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس ہم عبادت کے بہت بڑے مقام پر پہنچ گئے۔ یہ لوگ نجات یافتہ صرف اپنے آپکو ہی سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ جس اللہ نے ان کو یہ توفیق دی کہ وہ باجماعت نماز ادا کریں وہ اللہ اس چیز پر بھی مکمل قدرت رکھتا ہے کہ ان سے یہ توفیق ان کے تکبر کی وجہ سے سلب کرے۔ (وما ذلک علی اللہ بعزیز)

اب ہم ذیل کی سطور میں تواضع اور انکساری کی فضیلت مختصراً بیان کرتے ہیں۔

تواضع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت:

۱۔ سیدنا اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ وہ بولیں: ”اپنے گھر والوں کی محنت یعنی خدمت میں مصروف رہتے تھے جب نماز کا وقت آجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے چلے جاتے“۔ (بخاری:۶۷۶)

مذکورہ بالا حدیث پاک سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تواضع روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے۔

۲۔ عمرہ (بنت عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہا) سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: آپ انسانوں میں سے ایک انسان (بشر) تھے، اپنے کپڑے، جوؤں سے صاف کر لیتے تھے، بکری کا دودھ دوہتے اور اپنے کام خود ہی کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی رقم:۳۴۱ وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بلحاظِ جنس بشر تھے لیکن آپ مطلقاً افضل البشر اور نورِ ہدایت ہیں۔ اور یہ حدیث بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کی واضح اور روشن دلیل ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب شمائل ترمذی میں ایک باب: [باب تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم] باندھا ہے اور اس کے ذیل میں کئی حدیثیں نقل کی ہیں۔ تفصیل کے لئے ان کا مطالعہ مفید رہے گا۔

صحابہ کرام کا تواضع:

۱۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تواضع: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص ازراہِ تکبر اپنے کپڑے گھسیٹ کر چلتا ہے اس کی طرف قیامت کے دن اللہ نظر نہیں فرمائے گا۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ازار ایک طرف لٹک جاتا ہے۔ لیکن میں اس کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسا ازراہ تکبر نہیں کرتے ہو۔ (بخاری: ٣٦٦٥)
معلوم ہوا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تکبر اور کبر و غرور کی نفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانِ رسالت سے فرمادی۔

٢۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تواضع: سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کندھے پر پانی کا ایک مشکیزہ اٹھائے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: جب وفود اطاعت و فرماں برداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرے پاس آئے تو میرے دل میں اپنی بڑائی کا احساس ہوا، اس لیے میں نے اس بڑائی کو توڑنا ضروری سمجھا۔ (مدارج السالکین، ج ٢، ص ٣٣٠، بحوالہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے، ص: ٢١٨)

٣۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تواضع: خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس صفت (یعنی تواضع: ناقلة) سے متصف تھے۔ اور آپ کے اندر یہ صفت آپکے اخلاص وللّٰہیت کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ عبداللہ رومی سے روایت ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو جب تہجد کے لیے اُٹھتے تو وضوء کا پانی خود لیتے تھے، آپ سے عرض کیا گیا: آپ کیوں زحمت اُٹھاتے ہیں خادم کو کہہ دیا کریں کافی ہے۔ فرمایا: نہیں رات ان کی ہے اس میں آرام کرتے ہیں۔ (فضائل صحابہ ص ٧٤٢) اسنادہ صحیح بحوالہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شخصیت اور کارنامے ص 187)

حالانکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ خادم، مخدوم کیلئے مسخر ہوتا ہے یعنی وہ جو بھی کام اس

سے لینا چاہے لے سکتا ہے۔ لیکن رات کے وقت اپنی خدمت خود کرنا اور خادم کو بیدار نہ کرنا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تواضع کی واضح دلیل ہے۔

٩: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تواضع: امیر المومنین کے زہد و ورع کی ایک مثال یہ واقعہ ہے جسے ہارون بن عنترہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں خورنق (کوفہ میں ایک جگہ کا نام) میں علی بن ابی طالب کے پاس گیا، وہ ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے سردی سے کانپ رہے تھے۔ میں نے کہا: امیر المومنین اللہ نے آپ، اور آپ کے افراد خاندان کے لیے اس مال میں حصّہ رکھا ہے اور آپ سردی سے کانپ رہے ہیں؟ فرمایا: میں تمہارے مال سے کچھ نہیں لیتا، میری یہی چادر ہے جس کو میں اپنے گھر سے لے کر نکلا تھا ایک روایت میں ہے کہ یہی چادر ہے جس کو میں مدینے سے لے کر نکلا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء (١/ ٨٢) صفۃ الصفوۃ (١/ ٣١٦)، بحوالہ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شخصیت اور کارنامے ص 347)

قارئین کرام! یہ سلسلہ بہت طویل ہے۔ اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے صرف خلفاء راشدین کے تواضع کی مثالیں نقل کر دیں۔

ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیش نظر قرآنی آیات اور تعلیمات نبویہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ: ٦٥٩٢)

''جو بھی اللہ کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔''

روای حدیث کے تعارف کیلئے دیکھئے حدیث نمبر ایک۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بیان

حدیث نمبر ۱۰:

اَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلَاةِ مَرْوَانُ فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ اَلصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَقَالَ قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَمَّا هذا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْاِيْمَانِ۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان رقم: ۱۷۷)

ترجمۃ الحدیث:

عید کے دن سب سے پہلے نماز سے قبل جس شخص نے خطبہ شروع کیا وہ مروان تھا۔ ایک آدمی کھڑا ہوکر مروان سے کہنے لگا کہ نماز خطبہ سے پہلے ہونی چاہئے مروان نے جواب دیا وہ دستور اب چھوڑ دیا گیا ہے۔ حاضرین میں سے ابوسعید الخذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے اس شخص پر شریعت کا جو حق تھا وہ اس نے ادا کر دیا چاہے مروان مانے یا نہ مانے میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص تم میں سے کوئی بات شریعت کے خلاف دیکھے تو وہ ہاتھ سے اس کو بدل دے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو زبان سے ایسا کرے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے ہی اس کو بُرا جانے مگر یہ ضعیف ترین ایمان کا درجہ ہے۔

تشریح:

امر بالمعروف کا مطلب ہے نیکی کا حکم دینا اور نہی عن المنکر کا مطلب ہے برائی سے روکنا، یہ بات تو ہر آدمی جانتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نیکی اور نیک لوگوں کو پسند فرماتے ہیں۔ برائی اور بُرے لوگوں کو ناپسند فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو محض خود نیک بن کر رہنے اور برائی سے بچنے کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کیلئے فرمایا ہے۔ اس مبارک مقصد کیلئے تمام انبیاء مبعوث ہوئے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب یہ فریضہ امت محمدیہ کے علماء وفضلاء کو خصوصًا اور دیگر عوامی افراد کو عمومًا ادا کرنا لازمی ہے۔ چنانچہ رب کائنات کا ارشاد ہے:

"تم بہترین امت ہو جسے لوگوں (کی ہدایت) کے لئے میدان عمل میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

(آل عمران/ ۱۱۰، نیز ملاحظہ فرمائیں سورۃ التوبہ/ 71,112 سورۃ الحج/ ۶۱، آل عمران/ ۱۰۶)

مذکورہ بالا تمام آیتوں پر غور کرنے سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ حسبِ استطاعت تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا واجب (فرض) ہے۔

لیکن یہ کام کرنے کیلئے پہلے انسان خود مستعد ہونا چاہیے۔ اس کو مذکورہ ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ دعوت دین کا جو بھی قدم اٹھائے اس میں اخلاص پایا جاتا ہو۔
۲۔ جس نیکی کا حکم دینا ہے اور جس برائی سے منع کرنا ہے اس کے بارے میں پہلے

علم حاصل کرنا ہے۔

۳۔ جس چیز کا علم حاصل ہو جائے اس پر پہلے خود عمل کرے۔

۴۔ اس کو اپنے مزاج میں نرمی کا مادہ پیدا کرنا ہے اور جس چیز کا حکم دیتا اور جس چیز سے منع کرتا ہے اس کے متعلق دانائی اور حکمت کو پیش نظر رکھے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا:

''نرمی جس چیز میں بھی ہوگی اس کو بلند کردے گی اور جس چیز سے کھینچ لی جائے گی تو اسے پست کردے گی۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ/ ۲۵۹۴)

لہذا داعی کیلئے ضروری ہے کہ مناظرانہ انداز (تیز کلامی) اپنانے کے بجائے نبوی نرمی کو ہمیشہ ملحوظ نظر رکھے۔

۵۔ جس نے بھی لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانے کی ٹھانی اس کو اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنی چاہیئے کہ اس کا سینہ کشادہ کردے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا کام ہے جس کے کرنے والوں کو ہر طرف سے تکالیف پہنچتے ہیں۔ کبھی ذاتی زندگی کی کسی خامی کو طعن کا نشانہ بنایا جاتا ہے تو کبھی گھریلو معاملات کو اس کی دعوت کے راستے کا کانٹا بنایا جاتا ہے۔ کبھی جسمانی تکالیف دیکر اس کو اس پیغمبرانہ مشن سے روکا جاتا ہے وغیرہ لہذا اگر اس کا عزم مضبوط ہے تو اسکو صبر کا دامن تھامے رکھنا ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے کہ سیدنا لقمان نے اپنے بیٹے کو یوں وعظ کیا تھا:

''اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آجائے اس پر صبر کرنا۔ یقین مانو کہ یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (لقمان۔۱۷)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بعد صبر کی وصیت کی کیونکہ اس راہ میں شدائد و مصائب اور طعن و ملامت ناگزیر ہیں، لہذا صبر کا دامن تھامے رکھنا، یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے اور داعی کا ایک بہت بڑا ہتھیار ہے۔ اس کے بغیر تبلیغ دین کا فریضہ انجام نہیں دیا جاسکتا۔

مذکورۃ الصدر حدیث مبارک سے ایک صحابیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ کا شوقِ دعوت واضح ہوجاتا ہے کہ بلاخوف وخطر امراء کے سامنے حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور حجت پیش کی۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایک مسلمان کسی برائی کو ہاتھ یا زبان سے روکنے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس پر لازم ہے کہ دل میں اس کام کو مبغوض جانے۔

یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور جانثار صحابی سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ سپرد صفحہ قرطاس کیا جاتا ہے تا کہ قارئین کو اندازہ ہوجائے کہ صرف ایک میں نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جذبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کس طرح کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک کافر مجوسی ابولؤلؤ فیروز نے حملہ کر کے سخت زخمی کر دیا تھا۔ اسلام کے سنہری دور اور فتنوں کے درمیان دروازہ ٹوٹ گیا تھا۔ آپ کو دودھ پلایا گیا تو وہ انتڑیوں کے راستے سے باہر آگیا۔ اس حالت میں ایک نوجوان آیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ اسکا ازار ٹخنوں سے نیچے ہے تو آپ نے فرمایا۔ ''بھتیجے اپنا کپڑا (ٹخنوں سے) اوپر کر، اس سے تیرا کپڑا بھی صاف رہے گا اور تیرے رب کے نزدیک یہ سب سے زیادہ تقوے والی بات ہے''۔ (بخاری:۳۷۰۰)

اللہ اکبر! آخری وقت میں بھی یہ عظیم داعی کس طرح احسن طریقے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کر رہے ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

راوی حدیث سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف:

نام ونسب: ابوسعید سعد بن مالک بن سنان بن ثعلبہ بن عبداللہ بن الابجر (خدرہ) بن عوف بن الحارث بن الخزرج الخزرجی الانصاری رضی اللہ عنہ آپ کے والد سیدنا مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوگئے تھے اور آپ غزوہ خندق وبیعت الرضوان میں شامل تھے۔

تلامذہ: ابن عمر، جابر، انس بن مالک رضی اللہ عنہم، عامر بن سعد بن ابی وقاص، ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف، ابوصالح السمان، سعید بن المسیب، عبدالرحمن بن ابی سعید الخدری، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عطاء بن یزید اللیثی، عطاء بن یسار، محمد بن علی الباقر اور سعید بن جبیر وغیرہم رحمہم اللہ۔

فضائل:

۱۔ صحابی رسول رضی اللہ عنہ

۲۔ انصاری

۳۔ غزوہ خندق میں شرکت فرمائی

۴۔ بیعت الرضوان میں شریک رہے

۵۔ محدث کبیر وفقیہ مشہور۔

۶۔ واقعہ حرہ میں (جب یزیدی لشکر نے مدینہ طیبہ پر حملہ کیا تو) ایک شامی آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ جب وہ شامی آپ کے پاس غار میں (ارادہ قتل سے)

داخل ہوا تو ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار پھینک دی اور شہید ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ (دیکھئے تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۳۹ وسندہ صحیح) لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس شامی کے شر سے بچا لیا۔ ثابت ہوا کہ آپ مسلمانوں کو قتل کرنے کے سخت مخالف تھے۔

۷۔ ایک دفعہ سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوئے اور (دو رکعتیں) نماز پڑھنے لگے۔ مروان بن الحکم کے فوجیوں نے آپ کو بٹھانے کی کوشش کی مگر آپ نہ مانے اور نماز پڑھ لی، پھر فرمایا: میں ان (دو رکعتوں) کو نہیں چھوڑ سکتا، جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بارے میں (تاکید کرتے ہوئے) دیکھا بھی ہے۔

(سنن ترمذی: ۵۱۱ وقال "حسن صحیح" وھو حدیث حسن)

ثابت ہوا کہ اتباع سنت میں آپ کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

علمی آثار:

مسند بقی بن مخلد میں آپ کی ۱۱۷۰، روایات ہیں اور صحیحین میں ۴۳ حدیثیں ہیں۔ الاربعون فی الحث علی الجہاد لابن عساکر میں آپ کی تین روایات ہیں: ۷، ۱۱، ۱۹

وفات: آپ کی وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۷۲ ان میں راجح ۶۴ھ ہے۔ (رضی اللہ عنہ) (واللہ اعلم)

(کتاب الاربعین لابن تیمیہ ص: 43-42)

تیمارداری کرنا مسلمان کا مسلمان پر حق ہے

حدیث نمبر ۱۱:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم يَقُولُ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ : رَدُّ السَّلَامِ و عِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ۔

(البخاری: ۱۲۳۰، مسلم: ۵۶۵۱، ابوداؤد ۵۰۳۰)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا، اور چھینک پر (اس کے الحمد اللہ کہنے) پر یرحمک اللہ کہنا۔

تشریح:

۱۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم جنت میں داخل نہ ہوگے حتیٰ کہ ایمان لے آؤ اور تم ایمان والے نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو۔ کیا میں تمہیں وہ کام نہ بتاؤں کہ جس کے کرنے سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنا شروع کردو گے؟ تم اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔ یعنی ہر مسلمان کو سلام کرو۔ (مسلم: 203)

نیز سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہودی (آج کل) اپنے دین سے اکتا چکے ہیں اور وہ حاسد لوگ ہیں۔ وہ جن اعمال پر مسلمانوں سے حسد کرتے ہیں ان میں سے افضل ترین یہ ہیں سلام کا جواب دینا، صفوں کو قائم کرنا اور مسلمانوں کا فرض نماز میں امام کے پیچھے آمین کہنا۔

(مجمع الزوائد: ح: ۲ ص ۱۱۳ وقال اسنادہ حسن، الاوسط للطبرانی: ۵ / ۳۷۲ ح ۴۹۰۷، والقول المتین: ص ۴۷۔۴۸، بحوالہ اہل حدیث اور جنت کا راستہ ص: 28)

۲۔ **مریض کی عیادت کرنا:** سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی مریض کی بیمار پرسی کرتا ہے تو رحمت (ہی رحمت) میں داخل ہو جاتا ہے اور جب وہ بیٹھتا ہے تو (رحمت میں) قرار پکڑ لیتا ہے۔

(الادب المفرد للبخاری: ۵۲۲ وسندہ حسن، بحوالہ موطا الاتحاف الباسم، ص: ۱۰۲)

نیز سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایک مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کیلئے جاتا ہے تو وہ واپس لوٹنے تک جنت کے میووں میں رہتا ہے''۔ (مسلم: ۲۵۶۸)

۳۔ **جنازے کے ساتھ چلنا:** اس حدیث کی شرح میں مولانا داؤد راز رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے جنازے میں شرکت کرنا بھی حقوق المسلمین میں داخل ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ جنازوں میں شرکت کریں تاکہ وہ اپنے آخرت کو فراموش نہ کریں۔

(شرح بخاری از داود راز تحت الحدیث المذکورہ)

۴۔ **مسلمان بھائی کو مسلمان کی دعوت قبول کرنی چاہیے:** خواہ وہ غریب ہو یا امیر اور وہاں میزبان نے جو کچھ پکایا ہوگا یا میزبان جو کچھ پیش کرے اس میں کوئی عیب نکالے بغیر ہی اگر پسند آئے تو کھالینا چاہیے اور اگر پسند نہ آئے تو احسن طریقے سے چھوڑ دینا چاہیے۔ خواہ مخواہ میزبان کو پریشان نہیں کرنا چاہیے۔

(لطیفہ) ایک پیٹو مولوی صاحب کا قصّہ:

ایک غریب شخص نے ایک مولوی صاحب کی دعوت کی اور چاول پکائے دعوت والے مولوی صاحب اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''اس بھلے شخص نے چاول پکوائے وہ بھی کھانے کے قابل نہیں جب کھانے بیٹھے میں نے میزبان سے کہا کچھ اور بھی ہے؟ کہا: نہیں میں نے کہا یہ تو کھانے کے قابل نہیں اب کیا کھاویں؟ اور جب تم کو چاول پکانا نہیں آتا تھا تو کیوں پکایا سیدھی دال روٹی کیوں نہیں پکائی کہیں سے روٹی لاؤ۔'' (ملفوظات حکیم الامت ج،۲ ص ۲۳، ۲۴ ملفوظ نمبر ۲)

مولوی صاحب کے ساتھی نے کہا کہ ''اس کی دل شکنی ہوگی'' تو مولوی صاحب نے کہا ''ہماری جو شکم شکنی ہوگئی''۔ (ایضاً ص: ۲۴، (بحوالہ مجلۃ الحدیث: ۱ ص: ۴۱۔۴۲)

جس قوم کے ایسے مولوی صاحب ہوں جو قرآن وسنت کی مخالفت پر کاربند ہوں اور لوگوں کو بھی یہی کرنے کا حکم دیں سمجھو اس قوم کا بیڑا غرق ہوگیا۔ (اعاذنا اللہ منہ)

۵۔ اگر کوئی شخص چھینک کے بعد الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں **یرحمك اللہ** کہنا ضروری ہے اور اس کے جواب میں وہ **یھدیکم اللہ ویصلح بالکم** کہے گا۔ تفصیل اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

راوی حدیث کے تعارف کیلئے حدیث نمبر ایک

جمائی کے آداب کا بیان

حدیث نمبر ۱۲:

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ عَلٰى فِيْهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ۔ (ابوداود: ۵۰۲۶، مسلم: ۲۹۹۵)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو چاہیے کہ وہ اپنا منہ بند رکھے، بلاشبہ (اس میں) شیطان داخل ہوجاتا ہے''۔

تشریح:

بعض غیر مہذب لوگوں کا وطیرہ ہوتا ہے کہ جب ان کو جمائی آتی ہے تو وہ زور زور سے ہاء ہاء کی آواز نکالتے ہیں۔ حالانکہ صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے چنانچہ جب کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکے اور ہاء ہاء کی آواز نہ نکالے۔ بلاشبہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ اس سے ہنستا ہے۔ (ابوداؤد: ۵۰۲۸، بخاری: ۶۲۲۶)

اس حدیث کی شرح میں عمر فاروق سعیدی حفظہ اللہ لکھتے ہیں: '' جمائی کو بند

کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان جمائی آنے ہی نہ دے یا اگر آئے تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے اور ہاء ہاء کی آواز نہ نکالے، بالخصوص نماز کی حالت میں اس کا خاص خیال رکھے۔" (سنن ابوداؤد (اردو) ج: ۴ ص ۷۶۹)

راوی حدیث کے تعارف کیلئے دیکھئے حدیث نمبر ایک

غیبت کی قباحت وممانعت کا بیان

حدیث نمبر ۱۳:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم : حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا۔ قَالَ غَيْرُ مُسَدَّدٍ تَعْنِي قَصِيرَةً فَقَالَ: لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ) قَالَتْ: وَحَكَيْتُ لَهُ إِنْسَانًا، فَقَالَ: (مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ إِنسَانًا وَإِنَّ لِي كَذَا وَكَذَا۔

(ابوداؤد:۴۸۷۵، ترمذی: ۲۵۰۲)

ترجمة الحديث:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دیا: آپ کو سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں یہی کافی ہے کہ وہ ایسے ایسے ہے۔۔۔ (مسدد کے علاوہ دوسرے نے وضاحت کی کہ اس سے ان کی مراد سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پست قد ہونا تھا)۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے ایسا کلمہ کہا ہے اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو کڑوا ہو جائے گا"۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی کی نقل اتاری تو آپ نے فرمایا: میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا خواہ مجھے اتنا اتنا مال بھی ملے۔"

تشریح:

اس حدیث کی شرح میں عمر فاروق سعیدی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں: ''کسی کی فطری خلقت پر عیب لگانا اور تمسخر اور ٹھٹھا کرنا حرام ہے۔ یہ گویا اللہ عزوجل پر عیب لگانا اور اپنی بڑائی کا اظہار ہے۔ (سنن ابوداؤد ج:۴،ص682)

معزز قارئین! سب سے پہلے حدیث مبارک کی روشنی میں غیبت کی تعریف ملاحظہ فرمایئے:

ا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! غیبت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمہارا اپنے بھائی کا ایسے انداز میں ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو''۔ کہا گیا: ''جو بات میں کہہ رہا ہوں اگر وہ (فی الواقع) میرے بھائی میں ہو؟ (تو بھی وہ غیبت ہوگی)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اس میں وہ بات موجود ہو اور تم کہو تب ہی تو غیبت ہے۔ اگر تم کوئی ایسی بات کہو جو اس میں نہ ہو، تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔ (ابوداؤد: ۴۸۷۴، مسلم: ۲۵۸۹، ترمذی: ۱۹۳۴)

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک قاعدہ بتلایا ہے۔ جس سے ہم غیبت کی تعریف سمجھ چکے ہیں اور وہ یہ ضابطہ اور کلیہ ہے جسے اپنے سامنے رکھنا ہر اس شخص پر واجب ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے متعلق بات کر رہا ہو۔ جو شخص اپنے بھائی کے متعلق بات چیت کر رہا ہو اور اس میں موجود کسی عیب پر گفتگو میں مشغول ہو، اور اسے یہ بھی علم ہو کہ اگر اس میرے بھائی تک میری ان باتوں کی خبر پہنچ گئی تو وہ بُرا منائے گا۔ تو اسے چاہیے کہ اپنی زبان کو بند کرے اور اپنے

بھائی کے اس عیب کو بیان نہ کرے۔ اگر اس کے متعلق بات چیت بہت ضروری محسوس ہو تو پھر کوئی اچھی بات ہی کہے اور اگر وہ یہ سب کچھ جان کر بھی اپنی خواہش کی تکمیل کرے اور بھائی کے عیب بیان کرتے رہے تو اسے جان لینا چاہیے کہ وہ قرآن مجید کی روشنی میں غیبت کرنے والا شمار ہے۔ اپنے رب کا نافرمان اور اپنے بھائی کا گوشت کھا رہا ہے۔ (جہنم میں لیجانے والی مجلسیں ص:۴۶)

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خون مال اور عزت حرام ہے۔''

(مسلم: ۲۵۶۴)

غیبت کرنے والوں کا انجام:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے جو اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ ہیں جو دوسرے لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں سے کھیلتے تھے''۔ (ابوداؤد: ۴۸۷۸)

بعض صورتوں میں غیبت کرنا جائز ہے۔ مثلاً دیکھئے صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۳۶۴ اور ان صورتوں کا یہاں ذکر کرنا باعثِ طوالت ہوگا۔

اس مقصد کے لیئے فصیلۃ الشیخ عدنان طرشہ کی تالیف ''جہنم میں لیجانے والی مجلسیں'' کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا۔

راوی حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف:

نام ونسب: عائشہ بنت ابی بکر الصدیق، الصدیقۃ بنت الصدیق، ام المومنین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور آپ کی سب سے زیادہ مشہور بیوی۔

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں ام رومان بنت عامر بن عُوَیمر بن عبد شمس بن عتّاب بن اُذینۃ بن سُبَیع بن دُھمان بن الحارث بن غنم بن مالک بن کنانۃ الکنانیۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہجرت سے قبل مکہ میں نکاح فرمایا اور اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۶ سال تھی۔

(ماخوذ از اسد الغابۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت:

۱۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپ لوگوں میں سے کس سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سب سے زیادہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہوں۔ (بخاری: ۳۶۶۲)، مسلم: ۲۳۸۴)

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”اے میری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس تم اس (یعنی سیدہ عائشہ) سے محبت کرو۔“ (صحیح مسلم: ۲۴۴۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عائشہ کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح تمام کھانوں سے ثرید افضل

ہے۔ (بخاری: ۳۷۷۰، مسلم: ۲۴۴۶)

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دفعہ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”اے عائشہ! یہ جبریل تھے تجھے سلام کہتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ“ اور ان پر (بھی) اللہ کی رحمت اور سلام ہو۔

(بخاری: ۶۲۰۱، مسلم: ۲۴۴۷)

قولِ صحیح کے مطابق آپ کی وفات ستاون ہجری (۵۷ھ) میں ہوئی۔

(دیکھئے تقریب التہذیب: ۸۶۳۳، بحوالہ فضائل صحابہ ص: 89)

علمی مقام:

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر جب کسی حدیث میں اشکال ہوا تو ہم نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا اور ان کے پاس اس کے بارے میں علم پایا۔ (ترمذی: ۳۸۸۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس (2210) احادیث مروی ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۱۳۹، بحوالہ فضائل صحابہ ص 89)

آپ کی نماز جنازہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی۔

(مجلۃ الحدیث: ۳۲ ص: ۱۱۱ التاریخ الصغیر بخاری ۱/ ۱۲۸، ۱۲۹ وسندہ صحیح)

مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنے کا بیان

حدیث نمبر ۱۴:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم : الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ والْمُؤْمِنُ أَخُوْ الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَيَحُوْطُهُ مِنْ وَّرَآئِهِ۔ (سنن ابی داؤد:۴۹۱۸)

ترجمۃ الحدیث:

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن مومن کا آئینہ ہے، اور مومن مومن کا بھائی ہے، اس کے مال کا (نقصان ہوتا ہوتو) بچاؤ کرتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں اسکی (عزت کی) حفاظت کرتا ہے''۔

تشریح:

مومن مومن کا آئینہ ہے: اس نبوی جملے کی تشریح ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ آئینے کی صفات: اگر کسی انسان کے چہرے پر دھبہ ہوگا تو وہ جب آئینے کے سامنے جاتا ہے تو آئینہ اس کو صرف اس کے چہرے کا دھبہ دکھاتا ہے تاکہ یہ اپنے اس داغ کی دوا کر کے اس کو ٹھیک کر دے۔

اب اگر کوئی دوسرا شخص اس آئینے کے سامنے جاتا ہے تو وہ اسکو اسی کے چہرے کا داغ یا نقص دکھاتا ہے اور جو اس سے پہلے اس کے سامنے آیا تھا اس کے چہرے کا

داغ نہیں دکھاتا۔ یہی شان ایک مومن کی بھی ہونی چاہئے کہ ہر ایک کی خیر خواہی کرے اور کسی کی عیب جوئی کسی دوسرے کے سامنے نہ کرے۔

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ (بخاری، کتاب الایمان، ۵۷)

ہر مسلمان کو چاہئے کہ جہاں کہیں بھی ہو مسلمانوں کی خیر خواہی کرے۔ کسی کے عیب کسی دوسرے کے سامنے بیان کرنے سے اپنے اعمال خراب نہ کرے بلکہ اگر کسی بھائی میں کوئی غلطی نظر آئے تو اس کی اصلاح کی غرض سے اس کو اکیلے نصیحت کرے اور کسی دوسرے کے سامنے اس کی غلطی کا انکشاف نہ کرے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو جان لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مصداق بن گیا۔ جس میں آپ نے فرمایا:

''مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''

جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا۔ (بخاری:۲۴۴۲)

لہٰذا صرف اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کا سب سے زیادہ قدردان ہے۔

حدیث کے اس جملے ''اس کے مال کا (نقصان ہوتو) بچاؤ کرتا ہے اور اسکی غیر موجودگی میں اسکے عزت کی حفاظت کرتا ہے'' کی تشریح کیلئے صحیح بخاری کی ہی دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔

(بخاری، کتاب الایمان، ۱۳)

''تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو''۔

یہ بات تو واضح ہے کہ کوئی بھی شخص اپنی موجودگی میں (اگر طاقت رکھتا ہو) اپنا نقصان نہیں ہونے دیتا اور اپنے عزت کی بدرجہ اولیٰ حفاظت کرتا ہے چاہے اس مقصد کیلئے اس کی جان بھی چلی جائے۔ایک مسلمان تب تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کیلئے بھی یہیں جذبات نہ رکھے۔

راوی حدیث کے تعارف کیلئے دیکھئے حدیث نمبر ایک

لوگوں کی خفیہ باتیں سُننے کی ممانعت کا بیان

حدیث نمبر ۱۵:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلّى الله عليه وسلم قَالَ: مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلُمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيْرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلٰى حَدِيْثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ أَوْ يَفِرُّوْنَ مِنْهُ صُبَّ فِي أُذُنِهِ الآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عُذِّبَ و كُلِّفَ أَنْ يَنْفَخَ فِيْهَا وَلَيْسَ بِنَافِخٍ۔ (بخاری، ۷۰۴۲)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے دیکھا نہ ہو، اسے دو جَو کے دانوں کو قیامت کے دن جوڑنے کے لیے کہا جائے گا اور وہ اسے ہرگز نہیں کر سکے گا (اس لیے مار کھاتا رہے گا) اور جو شخص دوسرے لوگوں کی بات سننے کیلئے کان لگائے جو اسے پسند نہیں کرتے یا اس سے بھاگتے ہیں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا اور جو کوئی تصویر بنائے گا اسے عذاب دیا جائے گا اور اس پر زور دیا جائے گا کہ اس میں روح بھی ڈالے جو وہ نہیں کر سکے گا''۔

تشریح:

بعض اوقات انسان کو شک ہوجاتا ہے کہ فلاں دو اشخاص میرے متعلق کچھ

گفتگو باقی لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر کر رہے ہیں لہذا وہ ان کی گفتگو سننے کا مشتاق بن جاتا ہے اپنے اس غیر شرعی شوق کو پورا کرنے کیلئے یہ ایک ناجائز طریقہ (یعنی خفیہ طریقے سے انکی گفتگو سُننا) اپنا تا ہے جو کہ ایک کبیرہ گناہ ہے۔ بعض لوگ شک کے بغیر، ہی سب لوگوں کی باتیں خفیہ طریقے سے سننے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس حدیث کو مدنظر رکھ کر اپنی اصلاح کر لینا ضروری ہے۔

راوی حدیث سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف:

نام ونسب: ابوالعباس عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب القرشی المدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی والدہ کا نام ام الفضل لبابہ رضی اللہ عنہا ہے جو کہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔

ولادت: ہجرت سے تین سال پہلے شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔

تلامذہ: ابوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابولشعثاء جابر بن زید، الحکم بن الاعرج، حمید بن عبدالرحمن بن عوف، ابوصالح السمان، سعید بن جبیر، سعید بن المسیب، طاوس بن کسیان، طلحہ بن عبداللہ بن عوف، عامر بن شراحیل الشعبی، عبداللہ بن شداد بن الہاد، عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور عکرمہ مولیٰ ابن عباس وغیرہ ہم۔ رحمہم اللہ اجمعین۔

فضائل:

۱۔ نبی ﷺ نے آپ کو سینے سے لگا دیا اور فرمایا: اے اللہ! اسے الکتاب کا علم سکھا دے اور ایک روایت میں ہے حکمت سکھا دے۔ (صحیح بخاری: ۷۵، ۳۷۵۶)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتاب وحکمت کا علم سکھا دیا۔ والحمداللہ۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے دو دفعہ (حکمت کی) دعا فرمائی۔
(سنن ترمذی ۳۸۲۳ وسندہ حسن)

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اسے (ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو) دین میں فقہ اور (قرآن کی) تفسیر سکھا دے۔ (المستدرک ۳/ ۵۳۴ ح ۶۲۸۰ وسندہ حسن وصححہ الحاکم وافقہ الذہبی، وھوفی مسند احمد)

۴۔ آپ نے کفار سے قتال بھی کیا۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۳/ ۳۳۶)

۵۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا ابن عباس (رضی اللہ عنہ) طائف میں فوت ہو گئے۔

میں آپ کے جنازے میں موجود تھا۔ پھر ایک بے مثال اور اجنبی قسم کا پرندہ آ کر آپ کی چار پائی یا تابوت میں داخل ہو کر غائب ہو گیا اور اسے کسی نے بھی باہر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا پھر جب آپ کو دفن کیا گیا تو قبر کے ایک کنارے پر یہ غیبی آواز سنی گئی: اے مطمئن روح! اپنے رب کی طرف راضی مرضی حالت میں واپس جاؤ، پھر میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (سورۃ الفجر: ۲۸، ۲۹)

(فضائل الصحابہ للامام احمد: ۱۸۷۹، وسندہ حسن، المعجم الکبیر للطبرانی ۱۰/ ۲۹۰ ح ۱۰۵۸۱، المستدرک للحاکم ۳/ ۵۴۳۔ ۵۴۴ ح ۶۳۱۲ دلائل النبوۃ للمستغفری ۲/ ۶۳۴ ح ۴۴۵)

اس واقعہ کو حافظ ذہبی نے متواتر (قضیۃ متواترۃ) قرار دیا ہے۔
(النبلاء، ۳، ۳۵۸)

۶۔ آپ کو البحر اور حَبر الامہ بھی کہا گیا ہے۔

۷۔ ربیع بن سبرہ رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) نے فرمایا" مَامَاتَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَتّٰی رَجَعَ عَنْ هٰذِهِ الْفُتْيَا " ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی وفات سے پہلے اس فتوے (متعۃ النکاح کے جواز) سے رجوع کرلیا تھا۔

(مسند ابی عوانہ ج ۲ ص ۲۷۳ ح ۳۲۸۴ وسندہ صحیح)

علمی آثار: آپ نے سولہ سوساٹھ (۱۶۶۰) احادیث بیان کیے جن میں سے ۷۵ متفق علیہ ہیں ۲۱ صرف صحیح بخاری اور ۹ صرف صحیح مسلم میں ہیں۔

(دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۳/۳۵۹)

وفات: آپ ۶۹ یا ۷۰ھ میں طائف میں فوت ہوئے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(کتاب الأربعین لابن تیمیہ ص:126-124)

حیا: مسلمان کا قیمتی زیور

حدیث نمبر ۱۶:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم :(دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيْمَانِ۔

(بخاری: ۲۴، مسلم: ۳۶، ابوداؤد: ۴۷۹۵، واللفظ لہ)

ترجمۃ الحدیث:

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے پاس سے گزرے جب کہ وہ اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں وعظ کر رہا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو۔بلاشبہ "حیا" ایمان سے ہے"۔

تشریح:

"حیا" ایک خاص طبعی کیفیت کا نام ہے جو دین و دنیا کے بعض معروف وغیر معروف کام کرنے کی صورت میں دل میں گھٹن کی وجہ سے محسوس اور نمایاں ہوتی ہے جو سراسر خیر ہے اور بعض اوقات لوگ کسی نیک کام اور عمدہ خصلت کا مظاہرہ نہ کر سکنے کو بھی "حیا" کا نام دے دیتے ہیں۔مگر در حقیقت یہ "حیا" نہیں بزدلی اور عدم جرأت کی کیفیت ہوتی ہے۔(سنن ابی داؤد (مترجم) فوائد: عمر فاروق سعیدی جلد ۴ ص 641)

سیدنا ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گزشتہ انبیاء کی تعلیمات میں سے جو بات لوگوں کے پاس محفوظ رہی ہے وہ یہی ہے کہ:

إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

''جب تیرے اندر حیاء نہ رہے تو جو جی چاہے کر''۔

(بخاری: ۳۴۸۴، ابوداود: ۴۷۹۷)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ'' ساری خیر (نیکی) حیاء ہے۔ (مسلم ۶۱/۳۷)

لیکن بعض لوگ بالخصوص طلباء اگر کوئی مسئلہ سمجھ نہیں پاتے تو اُستاد کو وضاحت پوچھنے میں شرماتے ہیں اور نتیجتاً نا آشنا ہی رہتے ہیں۔ یہ ایسی جگہ حیادار بنتے ہیں جہاں شرم وحیا کا کوئی مقام وفائدہ نہیں۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٌ۔

''متکبر اور شرمانے والا علم حاصل نہیں کر سکتا''۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم قبل الحدیث: ۱۳۰)

لہذا، ایسی حیا جو انسان کو اتنی بڑی خیر یعنی علم حاصل کرنے سے روکے رکھے اس حیاء کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ ایسی حیا کو حیا کہنا ہی مناسب نہیں۔

راوی حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا تعارف:

نام ونسب: سیدنا ابوعبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن الخطاب القرشی العدوی المکی ثم المدنی رضی اللہ عنہ۔

تلامذہ: انس بن سیرین، ثابت البنانی، حسن بصری، حمزہ بن عبداللہ بن عمر، زاذان ابو عمر الکندی، زید بن اسلم، سالم بن عبداللہ بن عمر، سعید بن جبیر، سعید بن المسیب، طاوس بن کیسان، عامر بن سعد بن ابی وقاص، عروہ بن الزبیر، عطاء بن ابی رباح، قاسم بن محمد بن ابی بکر، مجاہد بن جبر، محمد بن سیرین، نافع ابوالزبیر المکی، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ایک جم غفیر وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔

فضائل:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے آپ کو ''رجل صالح'' یعنی نیک مرد کہا۔
(صحیح بخاری: ۷۰۲۹، صحیح مسلم: ۲۴۷۸)

۲۔ آپ غزوہ بدر کے وقت نابالغ تھے اور غزوہ خندق میں شریک ہوئے بعد میں دیگر غزوات اور بیعت الرضوان میں شامل ہوئے۔

۳۔ سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کی طرف دنیا جھکی نہیں اور وہ دنیا کی طرف نہیں جھکا سوائے عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کے۔ (المستدرک ۳/۵۶۰ ح ۶۳۶۹ وسندہ صحیح وصححہ الحاکم علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی)

۴۔ ابن شہاب زہری نے فرمایا: ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے برابر کسی کی رائے کو نہ سمجھیں۔ آپ رسول اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ برس زندہ رہے، آپ پر رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات میں سے کچھ بھی مخفی نہ رہا۔ الخ (المستدرک ۳/۵۵۹ ح ۶۳۶۳ وسند حسن)

آپ کے فضائل کی تفصیل کے لیے دیکھئے میری (حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

کی: ناقلہ) کتاب: تحقیقی مقالات (ج ۱ ص ۳۲۵۔۳۳۸)

علمی آثار: امام بقی بن مخلد کی مسند میں آپ کی دوہزار چھ سوتیس (۲۶۳۰) حدیثیں مکررات کے ساتھ ہیں۔ ۱۶۸ متفق علیہ ہیں صحیح بخاری میں منفرد حدیثیں ۸۱، اور صحیح مسلم میں منفرد ۱۳ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۲۳۸)

وفات: آپ ۷۳ یا ۷۴ھ میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

(کتاب الأربعین ص:86)

راستوں پر بیٹھنا کیسا ہے

حدیث نمبر ۱۷:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: (إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ بِالطُّرُقَاتِ) فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا بُدَّ لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلّى اللهُ عليه وسلم: إِنْ أَبَيْتُمْ فَأَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهُ) قَالُوْا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: (غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الأَذَىٰ وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ.

(مسلم: ۲۱۲۱، بخاری: ۲۴۶۵، ابوداؤد: ۴۸۱۰ واللفظ لہ)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "راستوں پر بیٹھنے سے احتراز کرو"۔ لوگوں (صحابہ) نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں تو اس سے چارہ نہیں ہے۔ ہمیں آپس میں بات چیت کرنی ہوتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر اس سے انکار کرتے ہو تو راستے کے حق کا خیال رکھو"۔ انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نظر نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا، سلام کا جواب دینا، بھلی بات کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

تشریح:

ایک دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''راہ گیر کی رہنمائی کرنا (بھی راستے کے حق میں شامل ہے)۔

(ابوداؤد:۴۸۱۶)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''بحر طویل'' میں آداب الطریق (راستے کے آداب) کو یوں نظم فرمایا ہے:

جمعت آداب من رام الجلوس علی الطریق من قولِ خیر الخلق انساناً افشِ السلام واحسن فی الکلام۔ وشمت عاطساً وسلاماً رد احساناً فی الحمل عاون مظلوماً اعنِ اغث لهفان واهد سبیلاً واهد حیرانا بالعرف مروانه من انکر و کف اذی وغض طرفا واکثر ذکر مولانا۔

یعنی احادیث نبوی سے میں نے اس شخص کے لیے آداب الطریق جمع کیے ہیں جو راستوں میں بیٹھنے کا قصد کرے۔ سلام کا جواب دو، اچھا کلام کرو، چھینکنے والے کو اس کے الحمدللہ کہنے پر یرحمک اللہ سے دعا دو۔ احسان کا بدلہ احسان سے ادا کرو، بوجھ والوں کو بوجھ اٹھانے میں مدد کرو۔ مظلوم کی اعانت کرو، پریشان حال کی فریاد سنو، مسلمان بھولے بھٹکے لوگوں کی رہنمائی کرو، نیک کاموں کا حکم کرو، بری باتوں سے روکو اور کسی کو ایذا دینے سے رک جاؤ، اور آنکھیں نیچی کیے رہو اور ہمارے رب تبارک وتعالیٰ کی بکثرت یاد کرتے رہا کرو۔'' جو ان حقوق کو ادا کرے اس کے لیے راستوں پر بیٹھنا جائز ہے''۔ (شرح صحیح بخاری از داؤد راز جلد ۳ ص 499-498)

بعض لوگوں کے ٹائم ٹیبل میں یہ بھی داخل ہوتا ہے کہ وہ صبح وشام مخصوص اوقات میں اپنے دوستوں کے ساتھ سڑکوں اور گلی کوچوں میں بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں۔ بلا وجہ سڑکوں پر اس قسم کا دھرنا مارنا مومنوں کی شان کے خلاف ہے۔ ضرورت اور مجبوری کی کیفیت الگ چیز ہے، اگر سڑکوں پر بیٹھنے والے یہ لوگ دیندار نہ ہو تو راہ گزرنے والوں بالخصوص با حیا اور پردہ نشین خواتین کو بہت ہی اذیت پہنچتی ہے۔ چونکہ اکثر لوگ جو بلا وجہ راستوں پر دھرنا مارتے ہیں۔ دین داری اور تقویٰ سے عاری ہوتے ہیں۔ لہذا ان کی عادت قبیح یہ ہوتی ہے کہ ہر کسی گزرنے والے کی چال چلن، وغیرہ پر بے جا تبصرے کرتے اور ہنستے ہیں جو کہ ایک مسلمان کی شان کے لائق نہیں ہے۔ بہر حال اگر سر راہ بیٹھنا ناگزیر ہو تو مندرجہ ذیل باتوں کا خاص خیال رہے:

۱۔ نظر نیچی رکھنا۔
۲۔ تکلیف دہ چیز ہٹا دینا۔
۳۔ سلام کا جواب دینا۔
۴۔ نیکی کا حکم دینا۔
۵۔ برائی سے منع کرنا۔
۶۔ راہ گیر کی رہنمائی کرنا

راوی حدیث کے تعارف کیلئے دیکھیے حدیث نمبر ۱۰ (دس)

صرف مومن کو ہی دوست بنانے کا بیان

حدیث نمبر ۱۸:

وَعَنْهُ رضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صلّی الله علیه وسلم قَالَ: لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا یَأْکُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِیٌّ۔ (ابو داؤد: ۴۸۳۲)

ترجمۃ الحدیث:

اور انہی (ابوسعید الخدری) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صرف مومن آدمی کی صحبت اختیار کر اور تیرا کھانا بھی کوئی متقی ہی کھائے۔''

تشریح:

دوست کے انتخاب میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ صحبت اور مجلس میں ایک ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے انسان اپنے ساتھی کے عادت واطوار اپنا تا ہے اور آہستہ آہستہ بات دین وعقیدے تک پہنچ جاتی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الرَّجُلُ عَلٰی دِینِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ۔

''یعنی انسان اپنے محبوب ساتھی کے دین پر ہوتا ہے تو تمہیں چاہیے کہ غور کرو کس سے دوستی کر رہے ہو۔'' (ابوداؤد: ۴۸۳۳)

لہذا مومنوں کو چاہیے کہ نیک اور متقی و پرہیز گار مومن بھائیوں سے ہی دوستی

کریں۔ اس میں خیر ہی خیر ہے۔ اور برے دوستوں میں شر ہی شر ہے۔

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک اور بُرے دوست کی مثال یوں بیان فرمائی۔

اِنَّمَا مَثَلُ الجَلِیْسِ الصَّالِحِ والسُّوْءِ کَحَامِلِ المِسْكِ وَنَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ المِسْكِ اِمَّا أَنْ یُّھْدِیَكَ وَاِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحًا طَیِّبَةً وَنَافِخُ الکِیْرِ اِمَّا یُحْرِقَ ثِیَابَكَ وَاِمَّا أَنْ تَجِدَ رِیْحًا خَبِیْثَةً۔ (بخاری ۵۵۲۴، مسلم ۶۲۸۲)

نیک ساتھی کی مثال کستوری فروش کی سی ہے، اور برا ساتھی بھٹی جھونکنے والے کی طرح ہے۔ کستوری بیچنے والا یا تو از خود تجھے کچھ خوشبو دے دے گا یا تو اس سے خرید ہی لے گا (اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں تو) یا کم از کم اس کی خوشبو (مہک) تو حاصل ہوتی ہی رہے گی۔ رہا بھٹی جھونکنے والا یا تو وہ تیرے کپڑے جلا دے گا یا پھر تجھے ناگوار دھواں تو پھانکنا ہی پڑے گا''۔

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی ہوئی بہترین مثال ہے۔ اچھے لوگوں کی صحبت میں خیر ہی خیر ہے اس کے برخلاف جو لوگ بروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ ان کی تباہ کاریوں سے سبھی واقف ہیں۔ سامنے دوستی کا دم بھرتے ہیں لیکن غائبانہ ان کی بے عزتی کرتے ہیں۔ حتی کہ ایسے دوستوں سے گھر کی عزت و ناموس بھی محفوظ نہیں رہتی اور ایسے لوگوں سے دوستی کا نتیجہ بہت بھیانک اور خطرناک ہوتا ہے۔ شراب پینے والا شراب ہی پلائے گا، سگریٹ کا عادی سگریٹ ہی ہاتھ میں دے گا۔ بُرا ساتھی دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ کا باعث ہے اور اکثر ایسی دوستی دشمنی میں تبدیل ہو جاتی ہے

اور اس وقت افسوس ہوتا ہے۔ کہ کاش! میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلاً۔ (الفرقان:۲۸)

(مجرم اس دن کہے گا) ''ہائے افسوس! کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یعنی شیاطین انس وجن کو (خلیلا) یعنی اپنا جگری دوست اور مخلص ساتھی۔ میں نے ان ہستیوں سے عداوت رکھی جو میرے سب سے زیادہ خیر خواہ، میرے ساتھ سب سے زیادہ، بھلائی کرنے والے اور مجھ پر سب سے زیادہ مہربان تھے اور اسکو دوست بنایا جو درحقیقت میرا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اس دوستی نے بدبختی خسارے رسوائی اور ہلاکت کے سوا کوئی فائدہ نہ دیا۔ (تفسیر سعدی تحت الآیۃ المذکورۃ)

راوی حدیث کے تعارف کیلئے دیکھئے نمبر ۱۰ (دس)

انداز گفتگو کا بیان

حدیث نمبر ۱۹:

عَنْ عَائِشَةَ: قَالَتْ : كَانَ كَلَا مُ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَلَا مًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ۔ (ابوداؤد:۴۹۳۹)

ترجمۃ الحدیث:

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ کی گفتگو اس قدر واضح ہوا کرتی تھی کہ ہر سننے والا اسے سمجھ لیتا تھا۔''

تشریح:

جلدی اور تیز تیز گفتگو کرنا باوقار لوگوں کے ہاں ہمیشہ معیوب سمجھا جاتا ہے۔ از حد تیز بولنے والا خطیب بھی کامیاب خطیب نہیں سمجھا جاتا۔

(ابوداؤد مترجم جلد ۴ ص 663)

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ عام کورے ان پڑھ لوگوں سے گفتگو کرتے وقت انگریزی یا کسی اور زبان کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ پڑھے لکھے سمجھے جائیں۔ بات کرنے کا مقصد اگر مخاطب کو سمجھانا ہو تو ایسے الفاظ استعمال کرنے سے مقصدِ گفتگو ہی فوت ہوجاتا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صرف صحیح اور واضح بات ہی منہ سے نکالنی چاہئے اسی میں خیر وبرکت ہے۔

راوی حدیث کے تعارف کیلئے دیکھئے حدیث نمبر ۱۳ (تیرہ)

عورتوں کو مارنا منع ہے

حدیث نمبر ۲۰:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ: لَا يَجْلِدُ اَحَدُ كُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِيْ آخِرِ الْيَوْمِ۔

(بخاری: ۵۲۵۴، مسلم: ۲۸۵۵، ترمذی: ۳۳۴۳، ابن ماجہ: ۱۹۸۳، دارمی: ۲۲۲)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ مارے کہ پھر دن کے آخر میں اس سے ہم بستری کرے۔

تشریح:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو مارنا منع ہیں لیکن ایک دوسری حدیث میں عبداللہ بن ابی ذباب رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو مت مارو (یعنی بیویوں کو) پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: (اس حکم سے) عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہوگئی ہیں (یعنی زبان درازی اور شررات پر آمادہ ہیں) اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیویوں کو مارنے کی اجازت دیدی پھر بہت سی عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئیں اپنے خاوندوں کے گلے

شکوے کرنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہت سی عورتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاس اپنے خاوندوں کی شکایت وگلہ کرتی ہیں۔ یہ لوگ (یعنی جو اپنی بیویوں کو مارتے ہیں) اچھے نہیں ہیں''۔ (ابوداؤد: ۲۱۴۶، ابن ماجہ: ۱۹۸۵، ابن حبان: ۴۱۸۹، موارد الظمآن: ۱۳۱۶، الحمیدی: ۹۰۰، دارمی: ۲۲۶۲)

سیدنا معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم اپنی بیویوں سے کس طرح فائدہ اٹھائیں اور کیا چھوڑیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی کھیتی کو آجیسے تو چاہے، اسے کھلا جب تو کھائے، اسے پہنا جب تو پہنے چہرے کے قبیح ہونے کی بددعا (یا گالی) نہ دے اور (منہ پر) مت مار۔'' (سنن ابی داؤد (2143) واسنادہ حسن)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا اگر تادیب (ادب سکھانا) کی ضرورت ہو، زبانی اور بے رخی سے بیوی اپنے معاملے کو سلجھاتی نہ ہو تو مارنے کی رخصت ہے، جیسے کہ سورۃ النساء آیت نمبر ۳۴ میں آیا ہے۔ اس مار کا مطلب وہ مار ہے جسکی اجازت شریعت نے دی ہے۔ یعنی ہلکی سی مار، جس کا مقصد بیوی کی اصلاح اور اسے متنبہ کرنا ہو۔ اگر خاوند ظلم کرے گا۔ حد سے تجاوز کرے گا یا اسے بلاوجہ مارے پیٹے تو وہ ظالم ہوگا جس کا اسے حساب دینا پڑے گا۔

(ابوداؤد فوائد عمر فاروق سعیدی ج: ۲ ص 639، مترجم بتصرف یسیر)

روای حدیث سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

نام ونسب: عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزی بن قصی، قریشی اسدی، ان کی والدہ قریبہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنھا کی بہن تھیں۔ یہ عبداللہ سرداران قریش میں سے تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربان تھے لوگوں کو آپ سے اجازت لا دیا کرتے تھے۔

تلامذہ: ابوبکر بن عبدالرحمن، عروہ بن زبیر رحمہ اللہ۔

وفات: عبداللہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ یوم الدار میں شہید ہوئے۔

(اسد الغابۃ جلد دوم الف (حصہ پنجم) ص255-254 مترجم طبع حافظی بکڈپو دیوبند)

راستوں اور سایہ دار جگہوں پر قضائے حاجت کرنے کی ممانعت کا بیان

حدیث نمبر ۲۱:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: (اِتَّقُوا اللَّعَّانَيْنِ) قَالُوْا وَمَا اللَّعَّانَانِ؟ يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ : اَلَّذِيْ يَتَخَلّٰى فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ أَوْفِيْ ظِلِّهِمْ۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 269)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو لعنت کے کاموں سے بچو، صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: وہ دو کام کون سے ہیں؟ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! فرمایا: جو لوگوں کے راستے میں یا ان کی سایہ دار جگہوں میں پاخانہ کرتے ہیں۔

تشریح:

اس روایت میں مربیٔ انسانیت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کے نہایت اہم آداب سکھائے ہیں اس حدیث میں لوگوں کی گزرگاہوں اور سایہ دار جگہوں میں پیشاب کرنے سے روکا گیا ہے ان جگہوں پر قیاس کرتے ہوئے ایسی جگہیں جنکی تو لوگوں کو ضرورت ہو یا جن میں لوگ جمع ہوتے

ہوں یا جہاں رفع حاجت لوگوں کی طرف سے لعنت ملامت کا باعث بن سکتی ہو مثلاً باغات اور عام میدان وغیرہ، ان میں بھی قضائے حاجت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ ہر لحاظ سے کامل ہے، اس میں جہاں عبادات اور دیگر مختلف (احکام کی تفصیل موجود ہے) وہاں گندگی اور غلاظت سے بچنے، صفائی ستھرائی اور طہارت و پاکیزگی اپنانے اور ہر ایسے کام سے بچنے کی بھی کماحقہ ترغیب موجود ہے جس سے لوگ اذیت محسوس کریں۔

(ماخوذ از فقہ الاسلام ص:85-84)

راوی حدیث کے تعارف کے لیے دیکھئے حدیث نمبر ایک۔

چھینکنے کے آداب کا بیان

حدیث نمبر ۲۲:

عَنْ اَبِیْ هُرَیرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ: اِذَا عَطَسَ أَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْیَقُلْ لَهُ أَخُوْهُ أَوْ صَاحِبُهُ یَرْحَمُكَ اللهُ فَاِذَا قَالَ لَهُ یَرْحَمُكَ اللهُ فَلْیَقُلْ یَهْدِیْکُمُ اللهُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ۔

(صحیح بخاری ۶۲۲۴)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی چھینکے تو ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ“ کہے اور اس کا بھائی یا اس کا ساتھی (راوی کو شبہ تھا) ”یَرْحَمُكَ اللهُ“ کہے۔ جب ساتھی یرحمک اللہ کہے تو اس کے جواب میں چھینکنے والا ”یَهْدِیْکُمُ اللهُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ“ کہے اللہ تمہیں سیدھے راستے پر رکھے اور تمہارے حالات درست کرے۔

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی (مسلمان) کو چھینک آئے تو اس کو مذکورہ دعا دینی چاہیے جبکہ وہ الحمد اللہ کہے۔ یہ یاد رہے کہ اسے صرف تین مرتبہ چھینک کا جواب دینا چاہیے۔ اگر اسے چوتھی مرتبہ چھینک آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے کہ اسے زکام ہے۔

(السلسلة الصحيحة (۱۳۳۰) کتاب الاربعین (اردو) ص ۵۷، فقہ الاسلام ص: ۸۰۔۸۱)

جب چھینکنے والا الحمد اللہ نہ کہے تو اس کے لئے یرحمک اللہ نہ کہا جائے۔

(دیکھئے صحیح بخاری 6225)

روای حدیث کے تعارف کے لیے دیکھیے حدیث نمبر ایک۔

بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کا بیان

حدیث نمبر ۲۳:

عَنْ عبدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔

(سنن ابی داؤد رقم الحدیث: ۴۹۴۳)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں“۔

تشریح:

بچوں پر شفقت کرنے کی ایک مثال: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے نواسے) حسن (بن علی رضی اللہ عنہما) کا بوسہ لے رہے تھے تو اقرع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میرے دس بیٹے ہیں مگر میں کسی کا بھی بوسہ نہیں لیتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔ (صحیح بخاری: ۵۹۹۷ و صحیح مسلم: ۶۰۲۸)

جو (دوسروں پر) رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

طاوس تابعی فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ چار آدمیوں کی عزت و احترام (خاص طور پر) کرنا چاہیے (۱) عالم (۲) عمر رسیدہ بزرگ (۳) حاکم (۴) اور والد، کہا جاتا ہے کہ یہ ظلم (اور گناہ) میں سے ہے کہ بیٹا اپنے باپ کا نام لے کر پکارے۔
(مصنف عبدالرزاق ۱۱/ ۱۳۷ ح ۲۱۰۳۳ وسندہ صحیح بحوالہ فضائل صحابہ از حافظ شیر محمد، ص: 139)

بڑوں میں ہماری عزت کا سب سے زیادہ جو حق رکھتے ہیں وہ والدین ہیں۔
ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں کس کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں؟ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، اس نے پوچھا۔ پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا: پھر اپنی ماں کے ساتھ، پوچھا پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ، اس نے پوچھا پھر کس کے ساتھ، آپ نے فرمایا: پھر اپنے باپ کے ساتھ۔
(صحیح بخاری ۵۹۷۱ مسلم ۲۵۴۸)

اسی طرح بڑوں میں ہمارے عزت کے جو زیادہ مستحق ہیں وہ ہمارے اساتذہ ہیں۔ صحابہ کرام بھی اپنے معلّم اعظم ﷺ کا نہایت ہی احترام کرتے تھے۔
سیدنا اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا (تو دیکھا کہ) آپ کے صحابہ (آپ کی مجلس میں) ایسے بیٹھے تھے گو یا ان کے سروں پر پرندے ہوں (یعنی انتہائی باادب اور پرسکون تھے) الحدیث۔
(سنن ابی داؤد ۳۸۵۵)

راوی حدیث سیدنا عبداللہ بن عمرو کا تعارف:

نام و نسب: ابو محمد عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سُعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لؤی بن غالب القرشی السہمی المکی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تلامذہ: ابوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جبیر بن نضر الحضرمی، الحسن البصری، حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف، زر بن حبیش الاسدی، سالم بن ابی الجعد، السائب بن فروخ الشاعر، سعید بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص والد عمرو بن شعیب، طاؤس بن کیسان، عامر الشعبی، عبداللہ بن بریدہ الاسلمی، عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ملیکہ، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ مولی ابن عباس، عمرو بن دینار المکی، قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، مجاہد بن جبر، مسروق اور ابوبردہ بن ابی موسیٰ الاشعری وغیرہ ہم (رحمہم اللہ)

فضائل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی حدیثیں لکھنے کی اجازت دی تھی۔ (سنن ابی داؤد (۳۶۴۶) وسندہ صحیح، مسند احمد ۲/ ۱۶۲)

۲۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں بیان کرنے والا نہیں سوائے عبداللہ بن عمرو (بن العاص) کے کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۱۱۳)

آپ کا لکھا ہوا مجموعہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے الصحیفہ الصادقہ کے نام سے مشہور ہے۔ (دیکھئے الموطا، روایت ابن القاسم بتحقیقی ص: ۴۹۔ ۵۰)

(آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب کے لیے دیکھئے کتاب الاربعین لشیخ ابن تیمیہ ص: ۳۸)۔

علمی آثار: آپ کی روایات کی تعداد سات سو (۷۰۰) ہے اور ان میں سے سات (۷) صحیحین میں ہیں۔

وفات: واقعہ حرہ کے دوران ذوالحجہ ۶۳ھ (رضی اللہ عنہ)۔ آپ کی وفات کی تاریخ کے بارے میں سخت اختلاف ہے اور راقم الحروف نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دی ہے (واللہ اعلم)

(کتاب الاربعین از ابن تیمیہ (اردو) ص: (۳۹))

ٹیک لگا کر کھانا منع ہے

حدیث نمبر ۲۴:

عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: لَا آكُلُ مُتَّكِئاً۔ (بخاری:۵۳۹۸-۵۳۹۹، ابوداؤد:۳۷۶۹، واللفظ له ابن ماجه:۳۲۶۲)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابوجحیفہ (وہب بن عبداللہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں سہارا لے کر (ٹیک لگا کر) نہیں کھاتا۔“

تشریح:

اس کی وضاحت میں مختلف اقوال ہیں: بعض نے کہا کہ ٹیک لگانے کا مطلب ہے کسی ایک پہلو کی طرف جھک جانا، بعض نے کہا کہ برابر زمین پر چار زانو ہو کر بیٹھنا اور ایک قول یہ ہے کہ اپنے بائیں ہاتھ سے زمین پر ٹیک لگانا، اہل علم نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیٹھ کر کھانا اس لئے ناپسند فرمایا کیونکہ کھانے کا یہ انداز متکبرین کا ہے۔ (فقہ الاسلام شرح بلوغ المرام ص:۶۰۹)

بہر حال عام روایات سے ثابت ہے کہ سہارا لے کر (ٹیک لگا کر) کھانا سنت کے خلاف ہے۔ (سنن ابی داؤد؛ مترجم جلد سوم ص:۹۲۶ ترجمہ وفوائد از عمر فاروق سعیدی)

سیدنا ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

نام ونسب: ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ السوائی الکوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

علمی آثار: آپ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، علی اور براء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث روایت کی۔

تلامذہ: علی بن الاقمر، الحکم بن عتیبہ، سلمہ بن کھیل، آپ کے صاحبزادے عون بن ابی جحیفہ، اسماعیل بن ابی خالد، وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔

(دیکھئے: سیر اعلام النبلاء تح الارنؤوط الجزء ۳ صفحۃ ۲۰۲ شاملہ)

ابوجحیفہ کوفے میں ٹھہر گئے تھے۔ یہ کم عمر صحابہ میں سے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ ان دنوں یہ بالغ ہو رہے تھے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع اور روایت کا موقعہ ملا۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں کوفے میں بیت المال کا نگران مقرر کیا تھا اور تمام جنگوں میں شریک ہوئے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں اچھا جانتے قابل اعتماد گردانتے اور انھیں وہیب الخیر کے لقب سے یاد فرماتے۔ اسی طرح وہب اللہ کہہ کر انھیں بلاتے۔

وفات: بشر بن مروان کے عہد میں بصرے میں ۷۲ھ میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔ (دیکھے اسد الغابۃ جلد سوم حصہ دہم ص: ۶۲۴ مترجم) طبع حافظی بکڈپو دیوبند)

حافظ ذہبی نے زیادہ صحیح سن وفات ۷۴ھ کو قرار دیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء بتحقیق الانؤوط الجزء ۳ صفحۃ: ۲۰۲) شاملہ

رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا

حدیث نمبر ۲۵:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: {مَا عَابَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ، وَاِلَّا تَرَكَهُ. (صحیح بخاری: ۳۰۶۳-۵۴۰۹، مسلم: ۵۳۸۰، ابوداؤد: ۳۷۶۳، ترمذی: ۲۰۳۱، ابن ماجہ: ۳۲۵۹)

ترجمۃ الحدیث: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا اگر آپ کو مرغوب ہوتا تو کھاتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی بھی کسی کھانے کو بُرا نہیں کہنا چاہیے بلکہِ اگر طبیعت کے موافق ہو تو کھا لینا چاہیے۔ اور اگر پسند نہ ہو تو چھوڑ دینا چاہیے۔ کیونکہ اگر کھانے کو بُرا کہا جائے گا تو کھانا تیار کرنے والے کو تکلیف ہوگی اور اسکا دل ٹوٹ جائے گا۔ (فقہ الاسلام ص: 610)

مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''معلوم ہوا کہ کھانے کا عیب بیان کرنا جیسے یوں کہنا کہ اس میں نمک نہیں یا پھیکا ہے یا نمک زیادہ ہے یہ ساری باتیں مکروہ ہیں۔ پکانے اور ترکیب میں کسی نقص کی اصلاح کرنا مکروہ نہیں ہے۔

(شرح صحیح بخاری از راز جلد ۷ ص 129)

راوی حدیث کے تعارف کیلئے دیکھے حدیث نمبر ایک۔

والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے۔

حدیث نمبر ۲۶:

عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: (إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَمَنْعًا وَهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ كَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ۔

(صحیح بخاری:۵۹۷۵، ۸۴۴)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے تم پر ماں کی نافرمانی حرام قرار دی ہے اور (والدین کے حقوق) نہ دینا اور ناحق ان سے مطالبات کرنا بھی حرام قرار دیا ہے، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا (بھی حرام قرار دیا ہے) اور قیل وقال (فضول باتیں) کثرت سوال اور مال کی بربادی کو بھی ناپسند کیا ہے''۔

تشریح:

اس حدیث پر امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب باندھا ہے: باب عقوق الوالدین من الکبائر، یعنی باب اس بارے میں کہ والدین کی نافرمانی بہت ہی بڑے گناہوں میں سے ہے۔ اور یہ بات ہر کسی مسلمان کو معلوم ہونی چاہیے کہ صغیرہ گناہ (چھوٹے گناہ) عام طور پر مختلف نیک اعمال مثلاً وضو، نماز وغیرہ سے خود بخود دھل

جاتے ہیں۔ لیکن کبیرہ گناہوں کے لیے جب تک اللہ کے حضور سچی توبہ نہ کریں گے اور اگر اس کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو جب تک صاحب حق کو اسکا حق نہ دیں گے، یہ گناہ معاف نہ ہونگے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ فرمایا: ''کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ ہم (صحابہ رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتلایئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا''۔ (صحیح بخاری ۵۹۷۶)

افسوس! صد افسوس! آج ہماری نوجوان نسل مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر اپنے والدین سے غلاموں اور لونڈیوں کا سا سلوک کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی نصیحت کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک ہی فرمان کافی ہے۔ ابی بن مالک العامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے ایک (والد یا والدہ) کو (زندہ) پائے پھر اسکے بعد (ان کی خدمت نہ کرنے کی وجہ سے) جہنم میں داخل ہو جائے تو اللہ نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا اور وہ اس پر ناراض ہے''۔

(مسند احمد ۴/ ۳۴۴ ح ۱۹۲۳۶ وسندہ صحیح بحوالہ فضائل صحابہ از شیر محمد ص 151)

قرآن و حدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ معروف میں والدین کی اطاعت فرض ہے۔ حتیٰ کہ والد یا والدہ اگر کافر و مشرک بھی ہو تب بھی اسکے ساتھ نیک سلوک کرنا ضروری ہے۔ (صحیح بخاری، ح:۵۹۷۸۔۵۹۷۹)

راوی حدیث سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف:

نام: مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود: ان کا تعلق بنوثقیف سے تھا اوران کی کنیت ابوعبداللہ تھی ایک روایت میں ابوعیسیٰ بھی آئی ہے۔ان کی والدہ امامہ بنت افقم بن ابی عمر تھیں جو بنونصر بن معاویہ سے تھیں۔مغیرہ غزوہ خندق کے موقعہ پر ایمان لائے تھے۔اور صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔

(اسد الغابۃ جلد سوم الف (حصہ ہشتم ص:241) بتصرف یسیر)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: **شهد بيعت الرضوان، كان رجلاً طوالاً مهيبًا ذهبت عينه يوم اليرموك وقيل يوم القادسية۔**

(النبلاء جزء ۳ ص:۲۱) بحوالہ (المكتبة الشاملة)

’’ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت الرضوان میں شریک تھے۔آپ لمبے قد والے پررعب آدمی تھے۔یرموک کے دن اور (دوسری روایت میں) یہ بھی کہا گیا ہے کہ قادسیہ کے دن ان کی بینائی چلی گئی۔

شاگرد: ان کے بیٹے عروہ، حمزہ اور عقار، مسور بن مخرمہ، ابوامامہ الباھلی، قیس بن ابی حازم، مسروق، ابووائل، عروہ بن زبیر، الشعبي، ابوادریس الخولانی، علی بن ربیعۃ الوالبی وغیرہ۔(النبلاء ج:۳ ص:۲۲ بتصرف یسیر)

علمی آثار: صحیحین میں ان سے ۱۲ حدیثیں مروی ہیں صرف بخاری میں ایک حدیث اور صرف مسلم میں ان سے دو حدیثیں مروی ہیں۔(النبلاء ج ۳ ص:۳۲) شاملہ

وفات: آپ شعبان ۵۰ھ میں ستر برس کی عمر میں کوفہ میں فوت ہوئے۔

(اسد الغابۃ جلد سوم الف (حصہ ششم) ص:242 النبلاء الجزء:۳ ص:۳۲ بتصرف یسیر (شاملہ)

احسان جتلانے کی مذمت کا بیان

حدیث نمبر ۲۷:

عَنْ ابی ذَرٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: ثَلاثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمَنَّانُ الَّذِيْ لَا يُعْطِي شَيْئًا اِلَّا مَنَّهُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْفَاجِرِ وَالْمُسْبِلِ اِزَارَهُ۔ (صحیح مسلم 294)

ترجمۃ الحدیث: ’’سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا‘‘ تین آدمیوں سے اللہ عزوجل قیامت کے دن بات نہیں کرے گا ایک وہ آدمی جو ہر نیکی کا احسان جتلاتا ہے، دوسرا وہ جو جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچتا ہے اور تیسرا وہ آدمی جو اپنے کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے‘‘۔

تشریح: احسان جتلانے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کسی شخص پر احسان کرے مثلاً اگر مصیبت کے وقت اس کو مالی امداد وغیرہ کی ضرورت ہے تو اس کو مالی امداد فراہم کرے۔ پھر جب یہ شخص اس مصیبت سے نجات پاتا ہے تو احسان کرنے والا جب اس کو کسی مجلس میں دیکھتا ہے تو سب کے سامنے اپنا احسان، جو اس نے اس پر کیا تھا، جتاتا ہے اور سب کو اپنی سخاوت باور کراتا ہے۔اس حدیث سے اس برے صفت (احسان جتانے) کی رذالت واضح ہورہی ہے۔کہ ایسے بدقسمت سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا۔(اعاذنا اللہ منہ)

راوی حدیث سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعارف کیلئے دیکھئے حدیث نمبر تین (3)

مسلمانو! ان مہلک گناہوں سے بچو

حدیث نمبر ۲۸:

عَنْ ابی ھریرۃ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ، قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! وَمَا ھُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللّٰہِ والسِّحْرُ و قَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا واَكْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ، والتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ۔ (صحیح بخاری:۲۷۶۶، مسلم:۲۹۲، ابوداود:۲۸۷۴، نسائی:۳۶۷۳)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں۔ بچتے رہو''۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی میں سے بھاگ جانا، پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگانا۔

تشریح:

۱۔ شرک کی خطرناکی: شرک باللہ ایسا گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمام نیک اعمال ضائع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی مقدس جماعت کے متعلق

فرمایا:

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (الانعام: آیت نمبر ۸۸)

''اگر یہ لوگ (انبیاء کرام) بھی شرک کرتے تو انکے اعمال برباد ہو جاتے۔''

کیونکہ شرک تمام اعمال کو ساقط اور اکارت کر دیتا اور جہنم میں خلود اور دوام کا موجب بنتا ہے۔ اگر یہ چنے ہوئے بہترین لوگ بھی شرک کرتے حالانکہ وہ اس سے پاک ہیں تو ان کے اعمال بھی اکارت ہو جاتے دیگر لوگ تو اس جزا کے زیادہ مستحق ہیں۔ (تفسیر سعدی ص:793 تحت الآیۃ المذکورۃ)

۲۔ جادو کو بھی اللہ تعالیٰ نے کفر قرار دیا ہے۔ (دیکھئے سورۃ البقرۃ آیت نمبر 102)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا'' (المائدۃ:۳۲)

''جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو۔ قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔''

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کے ہاں انسانی خون کی کتنی اہمیت اور تکریم ہے اور یہ اصول صرف بنی اسرائیل ہی کے لیے نہیں تھا۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق بھی یہ اصول ہمیشہ کے لیے ہے سلیمان بن ربعی کہتے ہیں کہ میں نے جناب حسن بصری سے پوچھا یہ آیت ہمارے لیے بھی ہے جس طرح بنو اسرائیل کیلئے تھی'' انہوں نے فرمایا ''ہاں'' قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بنو اسرائیل کے خون اللہ کے ہاں ہمارے خونوں سے

زیادہ قابل احترام نہیں تھے“۔(تفسیر ابن کثیر، احسن البیان ص:۲۹۸)

۴۔ سود خوری کی سزا: صحیح بخاری کتاب التعبیر حدیث نمبر ۷۰۴۷ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔۔۔ہم آگے بڑھے اور ایک نہر پر آئے۔ میرا (راوی کا) خیال ہے کہ آپ نے کہا وہ خون کی طرح سرخ تھی اور اس نہر میں ایک شخص تیر رہا تھا اور نہر کے کنارے ایک دوسرا شخص تھا جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے اور یہ تیرنے والا تیرتا ہوا جب اس شخص کے پاس پہنچتا جس نے پتھر جمع کر رکھے تھے تو یہ اپنا منہ کھول دیتا اور کنارے کا شخص اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا وہ پھر تیرنے لگتا اور پھر اس کے پاس لوٹ کر آتا اور جب بھی اس کے پاس آتا تو اپنا منہ پھیلا دیتا اور یہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ سود کھانے والا ہے۔(صحیح بخاری ۷۰۴۷)

۵۔ مالِ یتیم کھانے پر وعید ربانی: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۔ (النساء:۱۰)

”جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔“

۶۔ چونکہ غزوہ احزاب میں منافقین میدان جنگ سے بھاگنے کے لیے مختلف بہانے تراشتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ ۔۔ (الآیۃ)

”گو تم موت سے یا خوف قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہیں کچھ بھی کام نہ آئے گا۔“(الاحزاب:۱۴)

موت و فوت سے بھاگنا، لڑائی سے منہ چھپانا، میدان میں پیٹھ دکھانا جان نہیں بچا سکتا بلکہ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اچانک پکڑ کے جلد آ جانے کا باعث ہو جائے اور دنیا کا تھوڑا سا نفع بھی حاصل نہ ہو سکے۔

(تفسیر ابن کثیر تحت الآیۃ المذکورۃ)

میدان جنگ سے بھاگنے والوں پر اللہ کا غصّہ:

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن یہ آیت نازل ہوئی تھی ”جس نے اس دن، ان (کفار) سے پیٹھ پھیری سوائے اس حال کے کہ پینترا بدلتا ہو لڑائی میں، یا کسی جماعت کی پناہ لیتا ہو (تو وہ مستثنیٰ ہے)، ورنہ وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور یہ بہت برا ٹھکانا ہے۔(ابوداؤد:۲۶۴۸، آیت کے لیے دیکھئے سورۃ الانفال:۱۶)

۷۔ پاکدامن بھولی بھالی مومنہ عورتوں کو تہمت لگانے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ وعید بیان فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔ (النور:۲۳)

”جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔

اگر تہمت لگانے والا مسلمان ہے تو لعنت کا مطلب ہوگا۔ کہ وہ قابل حد ہے اور

مسلمانوں کے لیے نفرت اور بعد کا مستحق اور اگر کافر ہے تو مفہوم واضح ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں ملعون یعنی رحمت الٰہی سے محروم ہے۔(احسن البیان:۸۷۱)

راوی حدیث کے تعارف کے لیے دیکھئے حدیث نمبر ایک

دو چہروں والے آدمی کی مذمت کا بیان

حدیث نمبر ۲۹:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ : مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ۔

(سنن ابی داؤد: ۴۸۷۲ و صحیح مسلم:۲۵۲۶)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے فرمایا:''لوگوں میں سب سے زیادہ شریر وہ شخص ہے جس کے دو چہرے ہوں۔ ایک گروہ کے سامنے وہ ایک چہرہ لے کر آئے اور دوسرے گروہ کے سامنے دوسرا چہرہ لے کر آئے۔''

تشریح:

اس دورُخے پن کو چغل خوری کہتے ہیں۔یعنی فساد کی نیت سے ایک طرف کی باتیں دوسری طرف پہنچانا۔یہ ایک بہت بڑا جرم اور کبیرہ گناہ ہے۔سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جس کے دنیا میں دو منہ ہوں (جو آدمی دورخا ہو) قیامت کے روز اس کی دو زبانیں ہونگی جو آگ کی ہوں گی۔(سنن ابی داؤد:۴۸۷۳)

چغل خور آدمی اپنے آپ کو بڑا ہی دانا اور سمجھ دار سمجھتا ہے لیکن درحقیقت یہ لوگ

انتہائی بزدل اور اخلاقی پستی میں گرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان صفات سیئہ سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

روای حدیث کے لیے دیکھیے حدیث نمبر ایک۔

آسانی کرو اور سختی نہ کرو

حدیث نمبر ۳۰:

عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ (يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا۔ (صحیح بخاری:۶۹، مسلم ۴۵۲۸)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آسانی کرو اور سختی نہ کرو اور خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ''۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا یعنی جس دین کے ساتھ وہ دنیا میں مبعوث ہوئے وہ جن وانس کے لئے سراپا رحمت ہے۔ مذکورہ بالا حدیث پاک میں لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث پاک میں لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم دیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: ''اے عائشہ اللہ عزوجل خود بھی نرم برتاؤ کرنے والا ہے اور نرمی و خوش خلقی کو پسند کرتا ہے۔ اور یہ کہ وہ جو نرمی پر عطا کرتا ہے وہ سختی پر نہیں دیتا اور نہ ہی وہ نرمی و شفقت کے علاوہ کسی اور عمل پر اتنا عطا کرتا ہے''۔ (صحیح مسلم:6601)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسانی کرنے کی ایک مثال:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا اور مسجد نبوی کے کونے میں پیشاب کرنے لگا تو لوگ اس پر جھپٹ پڑے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا بھرا ہوا ڈول یا کچھ کم بھرا ہوا ڈول بہادو۔ اس لیے کہ بلاشبہ تم نرمی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو۔ سختی کرنے والا نہیں بھیجے گئے۔ (صحیح بخاری 220)

سیدنا جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جو شخص نرم برتاؤ اور شفقت سے محروم کر دیا گیا وہ تمام طرح کی بھلائی سے محروم کر دیا گیا)۔ (صحیح مسلم 6598 سنن ابی داؤد 4809)

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اے لوگو اللہ کے بندوں کے دلوں میں اللہ کی نفرت پیدا نہ کرو۔ پوچھا گیا۔ یہ کیسے ہے؟ فرمایا: ایک آدمی لوگوں کا امام بن کر اتنی لمبی نماز پڑھائے کہ لوگ بغض کرنے لگیں اور لوگوں کی نصیحت کے لئے تقریر کرنے بیٹھے تو اتنی لمبی تقریر کرے کہ لوگ بغض کرنے لگیں۔

(التمہید ۱۹: ۱۱ طبع جدیدہ ج ۴ ص ۲۶۴ وسندہ حسن، بحوالہ الاتحاف الباسم ص: ۴۰۷)

راوی حدیث سیدنا انس بن مالک کا تعارف:

نام ونسب: ابوحمزہ انس بن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار الانصاری النجاری المدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نزیل البصرۃ آپ کی والدہ کا نام ام سلیم ملیکہ بنت ملحان بن خالد بن حرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہے اور سوتیلے والد کا نام سیدنا ابوطلحہ الانصاری زید بن سہل رضی اللہ

تعالیٰ عنہ ہے۔

ولادت: ہجرت نبویہ سے دس سال پہلے (۳ نبوی)

تلامذہ: اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ، ابوامامہ سعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، اسماعیل بن عبدالرحمن السدی، اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص، انس بن سیرین، برید بن ابی مریم، بکر بن عبداللہ المزنی، ثابت البنانی، ثمامہ بن عبداللہ بن انس بن مالک، حسن بصری، حمید الطویل، حمید بن ہلال العدوی، ربیعہ بن ابی عبدالرحمن، ابوالعالیہ رفیع الریاحی، زبیر بن عدی، زید بن اسلم، سعید بن جبیر، سعید بن ابی سعید المقبری، سعید بن المسیب، سلیمان بن طرخان التیمی وغیرہم رحمہم اللہ۔

فضائل:

۱۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا: اللھم اکثر مالہ وولدہ وبارك له فیما اعطیته ''اے اللہ! اس کا مال اور اولاد زیادہ کر دے اور تو نے اسے جو دیا ہے اس میں برکت ڈال دے۔

(صحیح بخاری ۶۳۳۴، صحیح مسلم: ۲۴۸۰، دارالسلام: ۶۳۷۲)

یہ دُعا قبول ہوئی اور سو کے قریب آپ کے بیٹے بیٹیاں پوتے پوتیاں اور نو اسے نواسیاں تھے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۲۴۸۱ دارالسلام: ۲۳۷۶)

۴۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان بھی تھے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۶۲۸۹، صحیح مسلم ۲۴۸۲، ترقیم دارالسلام: ۲۳۷۸ ـ ۶۳۷۹، آپ کے فضائل و مناقب کے لیے دیکھئے کتاب الاربعین لشیخ الاسلام ابن تیمیہ ص 50-48)

علمی آثار: آپ نے دوہزار دوسو چھیاسی (۲۲۸۶) احادیث بیان کیں۔ جن میں ایک سواسی (180) صحیحین میں ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۴۰۶)

الاربعین فی الحث علی الجہاد لابن عساکر میں آپ کی یا آپ کی طرف منسوب چار روایات ہیں (۱۶، ۲۶، ۳۱، ۳۷)۔

میدان قتال میں:

آپ نابالغ ہونے کے باوجود غزوہ بدر میں شامل ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام کی خدمت کرتے رہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ وفات نبوی کے بعد بھی میدان قتال (مثلاً فتح تستر میں شریک رہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

وفات: ۹۳ھ:

بقول قاضی محمد بن عبد اللہ الانصاری رحمہ اللہ اس وقت آپ کی عمر ایک سو سات (107) سال تھی۔ (طبقات ابن سعد ۷/۲۵)

باقی تفصیلی حالات کیلئے دیکھئے کتاب الاربعین لشیخ الاسلام ابن تیمیہ ص (51-50)

راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا

حدیث نمبر ۳۱:

عَنْ ابی هریرۃ أَنَّ رسولَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ۔ (صحیح مسلم 1914)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایسا ہوا کہ ایک مرتبہ ایک شخص راستے میں جارہا تھا اس نے راستے میں کانٹے دار ٹہنی دیکھی تو اس کو ایک طرف سرکا دیا اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل پسند آیا تو اس کو بخش دیا۔

تشریح:

کوئی بھی ایسا کام کہ جس سے اللہ کی مخلوق کو راحت پہنچ سکتی ہو۔ اور تکلیف و مشقت اس سے دور ہوسکتی ہو ایسا کام انتہائی مبارک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

اِرْحَمُوْا اَهْلَ الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ۔

''تم زمین والوں پر رحم کرو جو آسمانوں میں ہے وہ تم پر رحم کرے گا۔''

(سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الرحمۃ، رقم: 4941۔ سنن ترمذی، رقم: 206

۔محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔)

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرنے کی غرض سے چاہے یہ کام کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ اس کی خوب قدر کرتا ہے۔(نیکی اور برائی:ص288-287)

چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام ''شکور'' ہے یعنی ''قدردان'' اسی لیے بظاہر اس معمولی سے کام (کانٹے دار ٹہنی ہٹانا) سے بھی اپنے بندے کی بخشش فرمائی۔

راوی حدیث کے تعارف کے لیے دیکھیے حدیث نمبر ایک۔

مشروب پینے کے آداب

حدیث نمبر ۳۲:

عَنْ ابی قتادۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم: (اِذَا شَرِبَ أَحَدُکُمْ فَلَا یَتَنَفَّسْ فِی الْإِنَاءِ... (الحدیث)

(صحیح بخاری 5630 صحیح مسلم:267، ترمذی:1889)

ترجمۃ الحدیث:

''سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص مشروب پیے تو (پینے کے) برتن میں (پیتے ہوئے) سانس نہ ڈالے''۔

تشریح:

اس حدیث میں کسی بھی مشروب میں سانس لینے یا پھونک مارنے کی ممانعت ہے۔ یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ شریعت اسلامیہ صرف اسی کام کے کرنے کا حکم دیتی ہے جس میں خیر و بھلائی ہو اور اسی سے منع کرتی ہے جس میں شر و نقصان ہو۔ اسی لیے ہمیں کسی حکم کی حکمت سمجھ آئے یا نہ آئے اس پر من و عن عمل کرنے کوشش کرنی چاہیئے۔(فقہ الاسلام ص:610)

اب ذرا سائنسی پہلو سے اس ممانعت کی حکمت بھی ملاحظہ کیجئے: جو سانس انسان باہر چھوڑتا ہے اس کا اکثر حصہ زہریلے گیس (Toxicgas) کاربن ڈیا

کسائیڈ (Carbon dioxide) پر مشتمل ہوتا ہے۔اب اگر ہمارا مشروب پانی ہوتو یہ زہریلا گیس اس کے ساتھ مل کر ایسڈ (Acid) بنالیتا ہے جو انسانی صحت کے لیے مضر ہے:

$CO_2 + H_2O$ H_2CO_3

(carbon dioxide exhaled) (water)

(carbonic acid)
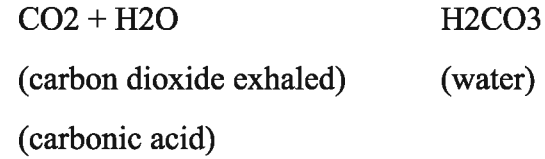
اطباء اس کا (یعنی برتن میں سانس لینے کی ممانعت کا: ناقلہ) سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ سانس باہر نکلتے وقت جراثیم خارج ہوتے ہیں۔ جو مشروب کے ساتھ دوبارہ معدے میں جا کر مختلف امراض کا باعث بنتے ہیں، اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔(فقہ الاسلام ص:86 بتصرف یسیر)

نیز عین ممکن ہے کہ سانس کے ساتھ مشروب میں تھوک گر جائے جو کسی دوسرے کے لیے ناگوار ہو۔لہٰذا مشروب والے برتن میں سانس نہ لینا ایک اہم اسلامی تربیت ہے۔

بعض لوگ چائے کو سرد کرنے کے لیے اس میں پھونک مارتے ہیں اس حدیث کی رو سے یہ عمل بھی ممنوع ہے۔

راوی حدیث سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف:

نام ونسب: الحارث بن ربعی بن بلدمۃ بن خناس بن عبید بن غنم بن کعب بن سلمۃ بن سعد الانصاری الخزرجی السلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہ شوار تھے۔

(اسد الغابۃ الجزء ۳ ص ۲۲۹ شاملۃ)

آپ رضی اللہ عنہ احد اور بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند احادیث روایت کی ہیں۔

(اسد الغابۃ جلد سوم حصہ دہم ص:۲۰۵ مترجم)

تلامذہ: انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعید بن المسیب، عطاء بن یسار، علی بن رباح، عبداللہ بن رباح الانصاری اور عبداللہ بن معبد الزمانی، عمرو بن سلیم المزرقی، ابوسلمہ بن عبد الرحمن، معبد بن کعب بن مالک، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بن ابی قتادۃ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام نافع وغیرہم (رحمہم اللہ اجمعین)۔(سیر اعلام النبلاء تخ اردو وترجمہ: ابو قتادۃ)

وفات: ابو قتادۃ ایک قول کے مطابق ۵۶ھ میں مدینے میں فوت ہوئے اور ایک روایت کے رو سے ان کی وفات کوفے میں سیدنا علی کے دور خلافت میں ہوگئی۔

(اسد الغابۃ جلد سوم ب (حصہ دہم) ص ۲۰۵، (مترجم) طبع حافظی بکڈپو دیوبند)

جانوروں پر ظلم کرنے کی سزا

حدیث نمبر ۳۳:

عَنْ عَبدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اَنَّ رسولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: عُذِّبَتِ امْرَأَۃٌ فِی هِرَّۃٍ حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جَوْعًا فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ قَالَ فَقَالَ: وَاللّٰہُ اَعْلَمُ لاَ أَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلَا سَقَيْتِهَا حِيْنَ حَبَسْتِهَا فَلا أَنْتِ أَرْسَلْتِيهَا فَاَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ۔ (صحیح بخاری 2365)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا ہے۔ اس نے اسے قید کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ مر گئی اور وہ عورت اس وجہ سے جہنم میں چلی گئی۔ اس نے قید کے دوران بلی کو کھلایا نہ پلایا اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ خود زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی۔

تشریح:

اسلام دین رحمت ہے، جو کہ کسی پر بھی ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، ہر ایک کے ساتھ انصاف کرنا سکھاتا ہے، حتیٰ کہ جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک سکھاتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بداخلاق عورت صرف اس وجہ سے بخشی گئی کہ وہ ایک کتے کے قریب سے گزر رہی تھی۔ جو ایک کنویں کے قریب کھڑا ہانپ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیاس کی شدت سے ابھی مر جائے گا۔ اس عورت نے اپنا موزہ نکالا اور اس میں اپنا ڈوپٹہ باندھ کر پانی نکالا اور اس کتے کو پلایا، تو اس کی بخشش اسی (نیکی) کی وجہ سے ہوگئی۔ (صحیح بخاری 3321)

بلی کے ساتھ ظلم کرنے والی عورت تو جہنم میں چلی گئی لیکن کتے پر احسان کرنے والی بداخلاق عورت بخش دی گئی۔ اس سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہوگئی کہ جانوروں کے ساتھ نیک معاملہ کرنا کتنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظلم کی تمام قسموں کو حرام قرار دیا ہے۔

راوی حدیث کے تعارف کیلئے دیکھئے حدیث نمبر ۱۶ (سولہ)

کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا ضروری ہے

حدیث نمبر ۳۴:

عَنْ أَبِیْ موسیٰ الْأَشْعَرِیِ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله صلی الله علیه وسلم : الاِ سْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ فَإِنْ أَ ذِنُوْا لَكَ فَادْخُلْ وَإِلَّا فَارْجِعْ۔ (موطا روایۃ ابن القاسم رقم، الحدیث:527 وسندہ صحیح)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اجازت لینا تین دفعہ ہے۔ اگر وہ (گھر والے) اجازت دیں تو اندر داخل ہو جاؤ ورنہ لوٹ جاؤ۔

تشریح:

اگر کوئی شخص کسی رشتہ دار یا دوست وغیرہ کے گھر میں داخل ہونا چاہتا ہو تو پہلے تین دفعہ اجازت مانگے، اجازت ملنے کی بعد وہ گھر میں داخل ہو سکتا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اپنے ذاتی گھر میں داخل ہونے کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہے اِلا یہ کہ کوئی عذر شرعی ہو۔ (الاتحاف الباسم: ص609-608)

یہ حدیث پاک قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کی تشریح ہے:

يَأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى أَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اجازت اور انھیں سلام کہنے کے بغیر داخل نہ ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم نصیحت پکڑے ہو''۔ معلوم ہوا کہ اسلام میں ہر کسی کے حقوق اور ہر کسی کی عزت کا تحفظ موجود ہے۔ (النور:27)

اس موضوع پر ہماری دوسری کتاب ''سلام اور اجازت طلبی کے آداب'' کا مطالعہ (ان شاء اللہ) مفید رہے گا۔

راوی حدیث سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف:

نام ونسب: سیدنا ابو موسیٰ الاشعری عبداللہ بن قیس بن سُلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عتر بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن جُماھر بن الاشعر الاشعری رضی اللہ عنہ۔

تلامذہ: اسود بن یزید النخعی، انس بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ، الحسن البصری، حطان بن عبداللہ الرقاشی، ربعی بن حراش، زہدم بن مضرب الجرمی، زید بن وھب الجھنی، ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر، سعید بن المسیب، ابو وائل شقیق بن سلمہ الاسدی، طارق بن شہاب، عامر الشعبی عبداللہ بن بریدہ، ابو عبداللہ بن حبیب السلمی، عبدالرحمن غنم الاشعری، ابو عثمان عبدالرحمن بن مل النہدی، علقمہ بن قیس النخعی، قیس بن ابی حازم، مسروق، ابو بردہ بن ابی موسیٰ اور ابو بکر بن ابی موسیٰ وغیرہم رحمہم اللہ۔

فضائل:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:
یَا أَبَامُوسیٰ! لَقَدْ أُوتِیتَ مِزْمَاراً مِّنْ مَّزَامِیرِ آلِ دَاوٗدَ۔
اے ابوموسیٰ! تجھے آل داود کی خوش الحانیوں میں سے خوش الحالی عطا کی گئی ہے۔ (صحیح بخاری:5048، صحیح مسلم:793، سنن ترمذی:3855، وقال "غریب حسن صحیح")

۲۔ سیدنا عیاض بن عمرو الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اس آیت: **فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ** (المائدۃ:54) سے تم اور تمہاری قوم مراد ہے۔ (المستدرک للحاکم ۲/ ۳۱۳ ح ۳۲۲۰ مفہوماً وسندہ حسن)

۳۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**یَقْدَمُ عَلَیْکُمْ غَدًا أَقْوَامٌ هُمْ أَرَقُّ قُلُوْبًا لِلْإِسْلَامِ مِنْکُمْ**" کل تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جو تم سے زیادہ اسلام سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ (مسند احمد ۳/ ۱۵۵ ح ۱۲۵۸۲، وسندہ صحیح)

آپ کے فضائل ومناقب بہت زیادہ ہیں، جیسا کہ حافظ مزی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ (تہذیب الکمال/ ۴/ ۲۴۴)

۴۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: آپ مشہور صحابی ہیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو (کوفہ وبصرہ) کا امیر مقرر کیا تھا اور بعد میں عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر مقرر کیا تھا اور آپ جنگ صفین کے وقت دو ججوں (حکمین) میں سے ایک تھے۔ (تقریب التہذیب: ۳۵۴۲)

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! عبداللہ بن قیس کا گناہ معاف کردے اور قیامت کے دن اسے مدخل کریم (جنت) میں داخل فرما۔
(صحیح بخاری:4323 صحیح مسلم(2498)

۶۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش خبری کو قبول کرلیا تھا۔ (صحیح بخاری:4328 صحیح مسلم:2497 دارالسلام(6405)

علمی آثار: امام بقی بن مخلد رحمہ اللہ کی مسند میں آپ کی تین سو ساٹھ (۳۶۰) احادیث ہیں اور صحیحین میں آپ کی بیان کردہ انچاس (۴۹) حدیثیں موجود ہیں۔
الاربعون فی الحث علی الجہاد لا بن عساکر میں آپ کی بیان کردہ ایک حدیث ہے: ۱۷

میدان قتال میں: آپ غزوہ خیبر میں شامل تھے اور بعد والی جہادی مہموں میں بھی شریک تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

وفات: ۵۰ھ یا اس کے بعد، واللہ اعلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
بعض نے ۴۲ھ وغیرہ بھی کہا ہے اور حافظ ذہبی کا خیال ہے کہ ۴۴ھ زیادہ صحیح ہے۔ (النبلاء ۲/ ۳۹۸)

(کتاب الاربعین (مترجم ومحشی اززئی ص(92-90)

نوحہ گری کرنا

حدیث نمبر ۳۵:

عَنْ عَبْدِ اللہ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صلَّی اللہُ علیہ وسلم : (لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَ الْجَاهِلِیَّةِ۔

(صحیح بخاری:1294،ترمذی:999،نسائی:1861،ابن ماجہ:1684)

ترجمۃ الحدیث:

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو عورتیں (کسی کی موت پر) اپنے چہروں کو پیٹتی اور گریبان چاک کر لیتی ہیں اور جاہلیت کی باتیں بکتی ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں''۔

تشریح:

نوحہ کرنے کا مطلب ہے کہ کپڑے پھاڑنا، منہ پر تھپڑ مارنا اور چیخ کر رونا، زور سے روتے وقت بلند آواز سے میت کی تعریفیں بیان کرنا۔ یہ سب جاہلیت کی غلط عادتیں ہیں۔ دوسرے دلائل مثلاً دیکھئے صحیح البخاری (1303) سے ثابت ہوتا ہے کہ دل کا غم کرنا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا بہانا صبر کے منافی نہیں ہے البتہ دور جہالت کے لوگوں کی طرح مرنے والے پر اظہار غم کے لیے بلند آواز سے اس کی تعریفیں کر کے رونا اور گریبان چاک کر دینا ممنوع ہے۔ لَیْسَ مِنَّا وہ ہم میں سے نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ نوحہ کرنے والا/ والی اسلام سے خارج ہو جاتی ہے بلکہ یہ

مطلب ہے کہ وہ ہمارے طریقے (سنت) پر نہیں۔ اس موضوع پر ہماری دوسری کتاب ''تجہیز وتکفین اور تعزیت کے آداب'' کا مطالعہ (ان شاءاللہ) مفید رہے گا۔

راوی حدیث کے تعارف کے لئے دیکھئے حدیث نمبر آٹھ (8)

ایمان بالغیب کا تقاضا

حدیث نمبر ۳۶:

عَنِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ الله صلى الله عليه وسلم عَنِ الْبِرِّ وَ الْإِثْمِ فَقَالَ: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَ الْإِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ وَ كَرِهْتَ أَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ۔

(صحیح مسلم:6517-6516)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے، اور تو اس بات کو ناپسند کرے کہ لوگوں کو اس کا پتہ چلے''۔

تشریح:

حسن سلوک کے متعلق پیچھے حدیث گزر چکی ہے۔ اس حدیث شریف میں گناہوں کو پہچانے کے لیے ایک میزان بتایا گیا ہے کہ جو بھی عمل انسان کے دل میں کھٹک پیدا کرے وہ گناہ ہے۔ حدیث کے اس جملے ''وَ كَرِهْتَ أَنْ يَّطَّلِعَ علیهِ النَّاسُ'' یعنی اور تو اس بات کو ناپسند کرے کہ لوگوں کو اس کا پتہ چلے'' کی تشریح میں

حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ قمطراز ہیں:

''اور جب تو گناہ کر رہا ہو اور دروازہ کے پردہ کی بوجہ ہوا کے حرکت کرنے سے خوف آئے لیکن تیرا دل اللہ تعالیٰ کی نگرانی سے نہ ڈرے۔ تو یہ اس گناہ سے بھی بڑا ہے اگر تجھے اس کا علم ہو۔'' (ذم الھوی (اردو) ص104)

معلوم ہوا کہ تنہائی میں تو انسان گناہ کرتا ہے اور دروازے پر لٹکے ہوئے پردے کی حرکت سے خوف کھاتا ہے۔ یہ خوف کیوں؟ تاکہ کوئی اس کو یہ گناہ کرتے ہوئے دیکھ نہ لے۔ جب یہ کام کرنے والا اس بات سے ڈرتا ہے کہ کوئی اس کو دیکھے تو معلوم ہوا کہ تنہائی میں جو یہ مذموم کام کرتا ہے گناہ ہے۔

ایمان بالغیب کا تقاضا یہی ہے کہ جو کام انسان لوگوں کے سامنے کرنے سے ڈرتا ہو اور وہ اس خوف کی وجہ سے اس کام سے رُکا رہتا ہے۔ بند اور تاریک کمرے میں بھی یہ شخص وہ کام نہ کرے، تبھی یہ شخص کامل مومن کہلانے کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں۔

راوی حدیث سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف:

نام ونسب: نواس بن سمعان بن خالد بن عمرو بن قرط بن عبداللہ بن ابی بکر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری کلابی۔

استاد: محسن انسانیت، مربیٔ انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تلامذہ: جبیر بن نفیر، بسر بن عبداللہ وغیرہم رحمہم اللہ۔

(اسد الغابۃ، جلد سوم، حصہ نہم، ص:5-32324 مترجم)

حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں: ''صحابی مشهور سکن الشام'' مشہور صحابی

تھے جنہوں نے شام کی سکونت اختیار کی تھی"۔

(التقریب: ۷۲۰۱، (بحوالہ مقالات زئی جلد:۱ص:117)

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دجال کے بارے میں طویل حدیث روایت کی ہے۔(دیکھئے صحیح مسلم ح: ۲۹۳۷)

وفات: واللہ اعلم

زمانے کو بُرا نہ کہو

حدیث نمبر ۳۷:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّم : لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ ۔(صحیح مسلم: 2246)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"زمانہ کو گالی نہ دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ دھر (زمانہ) ہے۔"

تشریح:

"الدھر" (یعنی زمانہ) اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے نہیں ہے کیونکہ یہ کسی ایسے معنیٰ یا صفت پر مشتمل نہیں جو حسن وجودت کی غایت اور انتہا کو پہنچتا ہو، جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مذکورہ بالا فرمان کا تعلق ہے تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دھر کا مالک ہے اور دھر میں ہر قسم کا تصرف کرنے والا ہے۔ کیونکہ ایک دوسری روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے۔

بِيَدِيَ الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۔(متفق علیہ)

ترجمہ: دہر کا تمام معاملہ میرے ہاتھ میں ہے، رات اور دن کو میں ہی پھیرتا ہوں۔(شرح لمعۃ الاعتقاد للعثیمین ترجمہ از پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی ص:(24-23)

یہاں پر کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض لوگوں کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ

زمانے کو کوسنا شروع کرتے ہیں مثلاً اگر کسی کا بیٹا ناخلف نکلا تو باپ کہتا ہے اس زمانے کا بُرا ہو جب تو پیدا ہوا وغیرہ ۔ حالانکہ علامہ ابن قیم، زاد المعاد (۲/۳۵۵) میں فرماتے ہیں زمانہ کو گالی دینے والا دو باتوں میں سے ایک کا ضرور مرتکب ہوتا ہے یا تو اللہ کو گالی دیتا ہے، یا پھر اس کے ساتھ شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حوادثِ زمانہ کا فاعل اللہ ہے اور پھر وہ فاعل کو گالی دیتا ہے تو گویا اس نے اللہ کو گالی دی''۔ (لمعۃ الاعتقاد مع شرح عثیمین (مترجم) ص: ۲۴)

اور اگر وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو شر اس کو پہنچا ہے وہ زمانے کی طرف سے ہے تو اس نے شرک کا ارتکاب کیا کیونکہ اس نے زمانہ کو اللہ کا شریک ٹھہرایا۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ زمانہ کو کوسنا یا گالی دینا حرام ہے۔

راوی حدیث کے تعارف کیلئے دیکھئے حدیث نمبر ایک

یتیم کی پرورش کرنے کی فضیلت

حدیث نمبر ۳۸:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلّى الله عليه وسلّم قَالَ: أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا، وَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى۔

(صحیح بخاری:6005،5304)

ترجمۃ الحدیث: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے''۔ اور آپ نے شہادت اور درمیانی انگلیوں کے اشارہ سے (قرب کو) بتایا۔

تشریح: یتیموں کی پرورش جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی قرب کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کو جھٹلانے والے شخص کا یہ رذیل صفت بھی بیان فرمایا کہ: فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۔ (سورۃ الماعون:۲)

یعنی یہی وہ شخص ہے جو سخت دہی اور تُند خوئی سے یتیم کو دھکے دیتا ہے اور اپنی قساوت قلبی کی بنا پر رحم نہیں کرتا، یتیم سے اس بدسلوکی کا سبب یہ بھی ہے کہ نہ تو وہ ثواب کی امید رکھتا ہے اور نہ ہی عذاب سے ڈرتا ہے۔ (تفسیر سعدی، اردو تبصرف یسیر، تحت الآیۃ المذکورۃ)

معلوم ہوا کہ یتیم سے بدسلوکی کرنا ان لوگوں کا وطیرہ ہے جو یوم جزاء پر ایمان نہیں رکھتے۔

راوی حدیث کے تعارف کیلئے دیکھئے حدیث نمبر دو (2)

اللہ کے واسطے ایک دوسرے سے محبت رکھنے کی فضیلت

حدیث نمبر ۳۹:

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللهُ تعالیٰ عنه قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اللهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ۔ (صحیح مسلم ۶۵۴۸)

ترجمۃ الحدیث:

''سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو میری بزرگی اور اطاعت کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے آج کے دن میں ان کو اپنے سائے میں رکھوں گا اور آج کے دن کوئی سایہ نہیں ہے سوائے میرے سایہ کے''۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ''مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔(الحجرات:۱۰)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سات آدمیوں کو اللہ اپنے (عرش کے) سائے میں رکھے گا۔ ان میں سے وہ دو آدمی بھی ہیں جو ایک دوسرے سے اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں۔ اسی پر اکھٹے ہوتے ہیں اور اسی پر جُدا ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری ۶۶۰ مسلم ۱۰۳۱)

معلوم ہوا کہ آپس میں ایک دوسرے سے رضائے الہیٰ کے لیے محبت کرنا بہت بڑی عبادت ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتىٰ تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلىٰ شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔

''تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ ایمان لے آؤ اور تم ایمان (مکمل) نہیں لا سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں اگر تم اسے کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ سلام (السلام علیکم) کو اپنے درمیان پھیلا دو۔ (صحیح مسلم دارالسلام: ۱۹۴)

اس حدیث پاک میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ کامل مومن بننے کے لیے اپنے مسلمان بھائی سے محبت کرنا ضروری ہے، نیز ایمان والے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں:

''وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا'' (الحشر:۱۰)

''اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال''

یعنی ہمارے دل مسلمان بھائیوں کے لیے محبت سے بھر دے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی بھائی چارے کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق دے اور ہمارے دلوں کو باہمی محبت ومودت سے بھر دے۔ (آمین)

راوی حدیث کے تعارف کے لئے دیکھئے حدیث نمبر ایک

اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرنا

حدیث نمبر ۴۰:

عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَّ اللهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(سنن ترمذی:1931)

ترجمۃ الحدیث:

سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے کسی بھائی کی آبرو کا دفاع کرے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کے چہرے سے جہنم کی آگ کو ہٹا دے گا۔

تشریح:

اگر کسی کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کو نشانہ بنایا جائے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کا دفاع کرے اور نشانہ بنانے والے کو اس سے منع کرے۔ مذکورۃ الصدر حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان بھائی کی عزت کا غائبانہ دفاع اتنا بڑا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دفاع کرنے والے کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔ لہذا جب کسی کے سامنے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کا کوئی عیب بیان کرے یا اس پر طعن اندازی یا الزام تراشی کرے تو اسے اپنے بھائی کا دفاع کرتے ہوئے طعن اندازی یا الزام تراشی کرنے والے کا منہ بند کرنا اور اس کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔ نہ

یہ کہ وہ اس سے متاثر ہو کر اس کے خلاف مزید پر پیگنڈا کرنا یا اس کے عیبوں کو اُچھالنا شروع کر دے اس طرح کا طرزِ عمل یقیناً افسوسناک ہے اور قابل مذمت بھی۔

(ماخوذ بقدر ضرورت از زاد الخطیب جلد ۳ ص:291)